باسمہ سبحانہ تعالیٰ
نسخہ
دلیل الحسنات
علی
طریقۃ الصلوٰۃ

جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا

الحمد للہ والمنہ کہ درین زمان بتائید خالق کائنات نسخہ

دلیل الحسنات علی طریقۃ الصلوٰۃ

یکے از تصنیفات عالی درجات علامی فہامی جناب مولوی شیخ احمد صاحب
دامت برکاتہ خلف الصدق عالیجناب مولانا محمد وجیہ الدین صاحب
مرحوم عثمانی دیوبندی - بمقام لکھنؤ محلہ فراشخانہ وزیر گنج

در مطبع اثنا عشری باہتمام سید عابد علی طبع شد
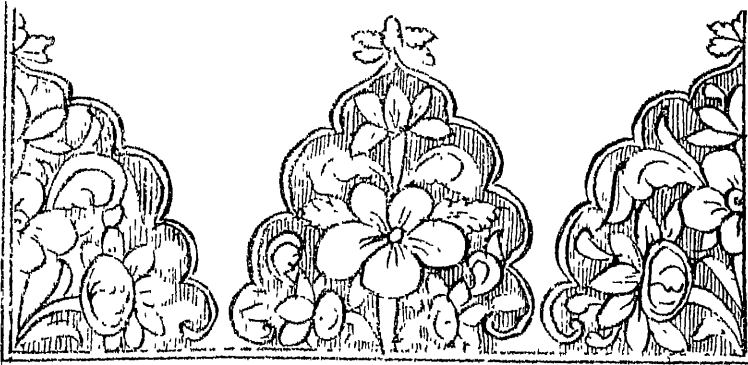
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وحبیبہ محمد وآلہ اجمعین الی یوم الدین

اما بعد خاکسار ذرۂ بے مقدار شیخ احمد ابن جناب مولانا مولوی محمد وجیہ الدین مرحوم دیوبندی
وارد جے پور گذارش کرتا ہے کہ بعد مطبوع اور شایع ہونے رسالۂ انوار الہدےٰ کے بعض احباب مومنین
کی تحریرات سے معلوم ہوا کہ بعض مقامات مین باہم حضرات اہلسنت والجماعت وحضرات شیعہ اثنا عشریہ
ترکیب وارکان نماز مین بحث درپیش ہے اور خصوصًا ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کے بابت زیادہ گفتگو
ہے اور طرفہ یہ ہے کہ حضرات اہلسنت صرف شیعون پر ہی معترض ہوتے ہین کہ یہ ہاتھ کھول کر کیون
نماز پڑھتے ہین اور اپنے گروہ پر اعتراض نہین کرتے کہ پیروان امام مالک کیون ہاتھ کھول کر نماز
پڑھتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ حضرات اہلسنت کو ہاتھ کھولنے باندھنے سے تعصب نہین ہے بلکہ
فقط شیعیان اہلبیت پیغمبر سے کاوش ہے جیسا کہ مسئلہ متعۃ النساء مین شیعون پر ہی معترض
ہوتے ہین اور مالکون سے نہین بولتے۔ ایسے ہی رفع یدین اور قنوت وغیرہ کی کیفیت ہے کہ سوا
ایک شخص مع اہلسنت والجماعت کے کہ جو مقلد امام ابو حنیفہ کے تقریبًا جملہ مسئلہ فرقات رفع یدین کے قائل ہین

اور قنوت کو نماز فریضہ مین جائز سمجھتے ہین - چونکہ اس بارے مین اکثر عدم واقفیت کیوجہ سے نوبت
نزاع پونہچتی ہے اگر حضرات اہلسنت بوجہ عدم واقفیت حالات اپنے ائمہ اور اکابر کے نماز مین ہاتھ
کھولنے کو فقط شیعون کا ہی عمل قرار دیکر معترض ہوتے ہین اگر اونکو معلوم ہوجاوے کہ ہم مین سے
بھی ایک امام اگرچہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتا ہے او شیعون کیطرح رفع یدین اور قنوت کو جائز رکھتے
ہین اور رسول خدا صلعم او طریقہ صحابہ او تابعین کا یہی عملدرآمد تھا تو ضرور ہے کہ پھر وہ کبھی شیعو پر
اعتراض نکرین ایسا ہی بعض حضرات شیعہ بوجہ معلوم نہونے حقیقت حال کے جواب دینے سے
قاصر ہوجاتے ہین - چونکہ اسوقت تک کوئی رسالہ جو ایسے معاملات مین مخصوص ہو میری نظر سے
نہین گذرا اور اکثر اصحاب مومنین کو بھی یہی شکایت ہے اسلئے حقیر نے مناسب سمجھا کہ ایک
رسالہ مختصر ایسا ترتیب دیا جاوے کہ جسمین نماز اور اوسکے ارکان کے متعلق جن جن امور مین باہم
شیعہ و سنی مین اختلاف ہے کتب صحاح اہلسنت و الجماعت سے بحث کیجاوے اور سبکو دکھلا دیا جاوے
کہ نماز کے جمیع قواعد اور ارکان مین شیعہ پوری متابعت سنت نبوی کرتے ہین ہر رکن اور قاعدہ
شیعون کی نماز کا احادیث مندرجہ صحاح اہلسنت سے ثابت اور متحقق ہوتا ہے اور اہلسنت کا سارا طریق
نماز خلاف سنت نبوی پایا جاتا ہے - اور چونکہ باہم شیعہ و سنی متعدد مسائل متعلقہ نماز مین اختلاف
ہے اسلیئے ہر مسئلہ مختلف فیہ کو ایک فصل جداگانہ مین تحریر کیا ہے اور نام اس رسالہ کا دلیل المحسنات
علی طریقۃ الصلوۃ رکھا گیا ہے اور فہرست اسکی مندرجہ مضامین کی یہ ہے کہ یہ رسالہ
مشتمل ہے بارہ ارکان پر اور ہر رکن مین ایک ایک مسئلہ اختلافی کا بیان لکھا گیا ہے اسکی تفصیل یہ ہے
رکن اول طریقہ وضو اور اوس اختلاف کے بیان مین جو باہم شیعہ و سنی مین ہے رکن

دوم مسئلہ جمع بین الصلوٰتین کے بیان مین رکن سوم قیام فی الصلوٰۃ کے بیان
مین یعنی نماز مین ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا چاہیے یا ہاتھ کھول کر رکن چہارم بعد تکبیر تحریمہ
قرأت کے بیان مین کہ آیا الحمد پڑھنی چاہیے یا بطریقہ اہلسنت سُبحانک اللّٰھم الخ پڑھی
جاوے رکن پنجم ہر تکبیر پر رفع یدین کے بیان مین رکن ششم قنوت کے بیان
مین جو نماز فریضہ مین پڑھا جاوے رکن ہفتم تسابیح رکوع وسجود کے بیان مین رکن
ہشتم تکث بین السجدتین کے بیان مین رکن نہم جلسہ یعنی قعدہ بعد سجدتین رکعت اولے
وثالثہ مین رکن دہم اس بیان مین کہ دو رکعات اخری نماز سہ گانہ وچہار گانہ مین مختار ہے
کہ فقط الحمد پڑھے یا تسابیح پڑھے رکن یازدہم تشہد کے بیان مین رکن دوازدہم
سلام اور تکبیر آخری کے بیان مین۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ ہمنے اس رسالہ مین جسقدر
احادیث درج کی ہین وہ سبکی سب صحیح بخاری کی احادیث ہین تاکہ کسیکو موقع اعتراض کا
نملے۔ اگرچہ صحیح مسلم اور نسائی ترمذی وغیرہ خمسہ باقیہ بھی اہلسنت کے نزدیک اصح الکتب
ہین لیکن صحیح بخاری کا صحت مین اونکے نزدیک سب سے اعلی درجہ ہے اور اسکی نسبت

اصح الکتب بعد القرآن مقولہ عام ہے

رکن اول طریقہ وضو اور اوس اختلاف کے بیان مین جو باہم شیعہ وسنی مین واقع ہے
واضح ہو کہ جن اعضاء کا وضو مین دھونا واجب ہے یا جنپر فقط مسح کرنا کافی ہے اونکی صاف تشریح
قرآن مجید مین درج ہے۔ لیکن نہایت تعجب کا مقام ہے کہ اس بارہ مین بھی باہم شیعہ و
سنی کے اختلاف ہے فقہاء اہلسنت وضو مین تین عضو کا دھونا اور ایک عضو کا مسح

کرنا فرض کہتے ہین - وہ اعضا جنکا غسل فرض کہتے ہین - مُنہ - دونو ہاتھ - دونو پیر
ہین - اور وہ عضو جسکا مسح کافی ہے - سر ہے شیعہ کہتے ہین کہ دو عضو یعنے مُنہ اور ہاتھو نکا
دھونا اور دو عضو یعنے سر اور پیرون کا مسح کرنا فرض ہے - اب ہمکو تحقیق کرنا اس امر کا ضرور ہوا
کہ ان دونو فرقون مین سے حق پر کون ہے - وہ آیت قرآنی جسکی رو سے وضو فرض ہوئے
اور جسمین تشریح اعضا واجب الغسل اور واجب المسح کے ہوئی ہے یہ ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ
وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ اور اِسکے صاف اور سیدھے معنی یہ ہین - اے مسلمانو جسوقت تم نماز کو
اوٹھو پس دھوڈالو اپنے مونہون کو اور اپنے دونو ہاتھون کو مرافق یعنی کہنیون تک اور مسح کرو اپنے
سرون کا اور پیرون کا گٹون یعنی ٹخنون تک اِسکے لفظی اور سیدھے معنون سے صاف طور پر
تائید قول شیعون کی ہوتی ہے - اور اہلسنت اپنے مدعا برا ری کے لئے اِسکے معنی مین تو جیہات
اور اینچ پیچ لگا کر کہتے ہین کہ حفص نے ارجلکم کے لام کو مفتوح پڑھا ہے اور لام کا فتحہ دلیل
عطف بعید کی ہے یعنی بوجہ فتحہ لام کے دونو پیر مُنہ کے معطوف بعید ہو گئے جسکے یہ معنی ہوے
کہ بعد ختم ہو جانے تشریح اعضا واجب الغسل اور نیز بعد شروع اور ختم ہو جانے دوسرے جملہ کے
جسمین تفصیل اعضا واجب المسح کی ہے پیر دھوڈالو گٹون تک - لیکن اسکی کوئی وجہ بیان
نہین کرتے کہ اس آیت کے معنی پیدا کرنے مین اسقدر وقت کیون کیجاوے اور صریح اور صاف
معنی کیون نہ لیے جاوین جو عموماً قرآن شریف کے معنی لگانے کا دستور ہے - لہذا ہمکو اس پیچدار
طریقہ حصول معنی پر چند وجوہ اعتراض ہے - اول یہ کہ قرآن مجید واسطے ہدایت کے نازل ہوا ہے

نہ کر سکو او سکو اسی لیئے حکم ہے کہ قرآن کی آیات کے وہی معنی لگائے جاوین جو صریحاً الفاظ سے پیدا ہون معنی لگانے مین توجیہات لابعنی کی ممانعت ہے پس اگر خداوند کریم کا منشا غسل رجلین ہوتا تو ضرور تھا کہ اعضاء واجب الغسل کے تحت مین مونہہ اور ہاتھون کے بعد ارجلکم بیان کیا جاتا اسمین نہ فصاحت کلام بگڑتی تھی نہ سیاق اور نظام عبارت و حکم مین فرق آتا تھا بلکہ بہت صاف جملہ ہوجاتا کہ اول تمام اعضاء واجب الغسل کا بیان ہوجاتا اور بعد اوسکے سر کے مسح کا ذکر آجاتا جسمین کسیکو موقع اعتراض کا نملتا اسکے کیا معنی کہ اول دو عضو کا دھونا بیان کیا جاوے اور پھر ایک سر کا مسح کرنا فرمایا جاوے اور پھر لوٹ کر جیسے کوئی بھولی ہوئی بات کو یاد کرتا ہے پیرون کے دھونے کا حکم دیا جاوے جیسے کوئی کہے کہ مونہہ اور ہاتھون کو دھوؤ اور سر پر مسح کر وارے بھائی مین بھولگیا تھا پیرون کو بھی دھو ڈالنا سبحان اللہ کیا سیاق عبارت اور فصاحت کلام اسکو کہتے ہین - میرے نزدیک ایسے بے ربط کلام کو خدا تعالی کیطرف منسوب کرنا سخت گناہ ہے - جو شخص انصاف پسند طبیعت رکھتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ اہلسنت کے اسطرح معنی لگانے سے آیت کا سیاق اور حکم کا انتظام بالکل بگڑ گیا جس تصریح کو ناظم قرآن نے بقید غسل و مسح مرعی رکھا تھا وہ آپس مین ایسے خلط ملط ہوگئے کہ بے ربطی اور بدنظمی کا الزام اس آیت پر عائد ہوگیا اور چونکہ قرآن پاک اس الزام سے بالاجماع بری ہے اسلیے ضرور ہوا کہ غلط معنی لگانیوالونکو ملزم قرار دیا جاوے - دوم یہ امر دیانت اور حزم و احتیاط سے نہایت درجہ بعید ہے کہ فقط ایک حفص کے قرأت کے اعتبار پر ارجلکم کے لام مفتوح قرار دیکر وجوہکم کا عطف سمجھا جاوے اور بے سیاقی اور بدنظمی کلام پر نظر نہ کیجاوے جس سے دو جدا جدا جملے مخلوط ہوکر بے ربط ہوجاوین

اس آیت مین گویا دو جداگانہ ہدایت ہین ایک غسل کی ہدا اور دوسری مسح کی ہدا اگر ارجلکم غسل عنہ کے مدین قبل شروع ہوجانے مد ثانی مسح کے بیان ہوتا خواہ وہ حکم سے کتنے ہی فاصلے پر ہوتا اوسکو عطف بعید وجوہکم کا مان لیا جاتا لیکن جبکہ دوسری مد مسح اعضا کی شروع ہوگئی اوسکے بعد جس عضو کا بیان ہوگا وہ مسح کی مدین شامل سمجھا جاوے گا۔ مثلاً کوئی شخص بیان کرے کہ آدمیون مین نیک ہین زید او رحامد اور بد ہین عمر و بکر۔ تو عام لوگ یہ ہی سمجھین گے کہ دو نیک مرد ہین اور دو بد ہین یکسی طرح نہین کہہ سکتے کہ بکر کسی قاعدہ سے زید کا عطف بعید ہے اور اسلیئے وہ شامل نیکیون کے ہے۔ سوم یہ امر مسلمہ عام ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے کبھی مخالفت حکم الٰہی کے نہین کی اور احادیث صحیحہ مرویہ اہلسنت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ہمیشہ موزون پر مسح کیا ہے پس اگر پیرون کا دھونا فرض ہوتا تو رسولخدا صلعم کبھی غسل قدم ترک کرکے مسح علی الخفین نکرتے اگرچہ سردی وغیرہ کا کیسا ہی عذر ہوتا تب بھی ایسی مخالفت نکرتے کیونکہ اسکی بڑی دلیل یہ ہے کہ آپنے کبھی کسی اور عضو واجب الغسل کے عوض وسپر اوسکی پوشش پر مسح نہین کیا ورنہ ممکن تھا کہ سردی مین ہر دو ساعد دھونیکے عوض آستین پر مسح کرلیتے اسکی کیا وجہ ہے کہ فقط پیرون کے ہی غسل کو ترک کرکے موزون پر مسح کیا اور کبھی کسی اور عضو کے غسل کو ترک کیا اگر اسپر ذرا توجہ اور انصاف کے ساتھ غور کرین اور سخن پروری اور تعصب کو دور کرین تو اسی عمل رسول خدا صلعم سے ثابت ہوتا ہے کہ حکم قرآنی پیرون کے مسح کا ہے دھونیکا حکم نہین ہے ورنہ جناب سرورکائنات کبھی عادتاً فرض کو ترک نکرتے۔ چہارم یہ کہ خود خداوند تعالیٰ نے اسکی ملحقہ آیت سے اسکے معنی صاف کردیئے کہ اوسمین پھر کسیکو

گنجایش لب کشائی کی باقی نہیں رہی یعنی آیت حکم تیمم سے یہ امر صاف ہوگیا کہ وضو مین کون کون اعضا واجب الغسل ہین اور کون کون اعضا واجب المسح ہین تیمم کے حکم مین یہ اصل قایم کیا گیا ہے کہ جن اعضا کا دھونا وضو مین فرض کیا گیا ہے تیمم مین فقط انہین اعضا کا مسح کرنا قایم کیا گیا ہے اور جن اعضا کا مسح وضو مین فرض کیا گیا ہے اونکو تیمم مین قطعاً ترک کر دیا ہے اسلیئے خداوند تعالی کے اصلی منشا کے دریافت ہوجانے مین اب کوئی دقت باقی نہین رہی۔ آیت تیمم کو پڑھ کر اوسکے معنی سمجھو کہ فرمایا ہے اللہ تعالی جلشانہ نے فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ یعنی قصد کرو خاک پاک کا پھر مسح کرو اوس سے اپنے مونہون اور ہاتھون کا جبکہ فقط مونہہ اور ہاتھ پر مسح کرنا تیمم مین فرض ہے اور سر پیرون کو ترک کر دیا ہے تو صاف ثابت ہوگیا کہ اعضا واجب الغسل کا مسح تجویز کیا گیا اور اعضا واجب المسح کو اس اعتبار سے ترک کر دیا کہ غسل کا قایم مقام تو مسح ہے مسح کا قایم مقام مسح کیا ہوگا انہین توجیہات نکالنا اور فضول دلائل کا پیش کرنا بیشک مستلزم اس امر کا ہے کہ اگر خداوند تعالے بھی آکر سمجھا جاوے تو نہ سمجھین ــــــ

رکن دوم جمع بین الصلوٰتین کے بیان مین یعنی دو نمازون متحد الوقت کو

ملا کر پڑھنا جیسے ظہر اور عصر کو ایک ساتھ اور مغرب اور عشا کو ایک ساتھ پڑھنا اسمین بھی باہم شیعہ و اہل سنت کے اختلاف ہے حضرات سنیہ خصوصاً حنفیہ کے نزدیک ملانا دو نماز و نکا قطعی ممنوع اور ناجائز ہے اور شیعو نکے نزدیک جائز ہے منع نہین۔ اب ہمکو تحقیق کرنا اس امر کا ہوگا کہ آیا پیغمبر صلعم نے لوگون کو ایسی دو نمازین ملا کر پڑھنے سے منع کیا ہے یا خود بھی آنحضرت نے دو نمازین

ملا کر پڑھی ہین۔ پس اگر احادیث مندرجہ صحاح اہلسنت سے یہ امر ثابت ہوگیا کہ خود جناب سرور کائنات
نے ظہر و عصر اور نیز مغرب و عشا کو ملا کر پڑھا ہے تو صاف ثابت ہوگا کہ اہلسنت مخالف سنت
نبوی عمل کرتے ہین اور شیعہ خاص متبع سنت رسول اللہ کے ہین اور منع کرنا جمع بین الصلوتین
سے سخت گناہ اور عمل کرنیوالون پر باصرار معترض ہونا قریب کفر ہے گویا سنت نبوی پر براہ عداوت
معترض ہوتے ہین۔ جمع بین الصلوتین کو ناجائز کہنا عام اہلسنت کا عمل نہین ہے بلکہ
فقط حضرات حنفیہ ہی مانع ہین اور امام مالک نے ہمیشہ مسجد نبوی مین دو نمازین ملا کر پڑھی ہین
اور مقلد اونکے اب بھی برابر پڑھتے ہین اور امام شافعی کے مقلدون مین اختلاف ہے بعضے
مطلقاً جائز سمجھتے ہین اور بعضے ضرورتاً اور حنابلہ ضرورتاً جائز سمجھتے ہین اور حنفیہ منفرد ہین
حکم ناجوازی مین لیکن عرفات مین ظہر و عصر اور مزدلفہ مین مغرب و عشا اب سے بلا کسی
عذر اور حاجت کے حجاج مذہب حنفی ملا کر پڑھتے ہین۔ اگرچہ عرفات اور مزدلفہ کے نمازون کی
بابت تمام کتب سیر اور احادیث اہلسنت مین بطریق شہرت اور اعلان کے مذکور ہے لیکن ہم
اوس سے علاوہ نمازون کی بابت بحث کرتے ہین اور واسطے ساکت کرنے اپنے مخالفین کے صحیح بخاری سے
زیادہ معتبر کتاب نہین پاتے ہین اسلیے ہم ناظرین کو متوجہ کرتے ہین طرف صحیح بخاری کے کہ اوسکی
کتاب مواقیت الصلوۃ کے باب وقت المغرب مین جسکو نماز عرفات اور مزدلفہ سے علاقہ نہین ہے
اسطرح روایت ہے حدثنا آدم قال حدثنا شعبہ قال حدثنا عمرو بن دینار قال
سمعت جابر بن زید عن ابن عباس قال صلی النبی صلعم سبعاً جمیعاً و ثمانیاً جمیعاً
یعنی جابر بن زید نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ کہا ابن عباس نے کہ نماز پڑھی ہے نبی

صلعم نے سات رکعتین ملاکر (یعنی مغرب وعشا) اور آٹھ رکعتین ملاکر (ظہر وعصر کی) شیخ الاسلام
شارح صحیح بخاری نے کتاب مواقیت الصلوٰۃ مین بابت وقت نماز مغرب کے لکھا ہے :
و مروی است از طاؤس کہ گفت فوت نمی شود مغرب و عشا تا فجر - و از عطا نیز بہمین روایت
است کذا نقل العینی - (اس روایت سے ثابت ہوا کہ مغرب اور عشا کا ایک ہی وقت ہے
اور وہ ممتد ہے فجر تک اور جبکہ دونو نمازون کا ایک ہی وقت ہے تو ملاکر پڑھنا بلاشبہ جائز بلکہ اسوجہ سے
مستحب ہی خیال ہوسکتا ہے کہ بعد نماز مغرب توقف ناجائز نماز عشا مین نہین کیا گیا)
وقال عطا یجمع المریض بین المغرب والعشاء وگفت عطا کہ جمع کند مریض میان مغرب
و عشا و باین قائل است احمد و اسحٰق - و بعض شافعیہ مطلقا (یعنی بغیر قید مرض کے)
وتجویز کردہ آنرا امام مالک در مسجد شریف نبوی - و مشہور از شافعی منع است و ترجیح دادہ
جواز را نووی - و قسطلانی از مہمات آوردہ کہ گفت یافتم نقل آنرا از شافعی در مختصر مزنی
باین عبارت کہ جمع میان دو نماز در سفر و مطر و مرض جائز است اس عبارت شارح سے معلوم
ہوا کہ منجملہ ائمہ اربعہ کے ایک امام مالک تو بالعموم جمع بین المغرب وعشا و بین الظہر والعصر
جائز قرار دیتے ہین اور امام شافعی ایک روایت سے مطلقاً اور عموماً اور دوسری روایت سے
ضرورتاً جائز قرار دیتے ہین اور امام احمد بن حنبل بھی ضرورتاً جائز کہتے ہین فقط ایک
امام ابو حنیفہ منفرد ہین کہ وہ جمع بین الصلوٰتین کو ناجائز اور ممنوع فرماتے ہین شیخ الاسلام
شارح صحیح بخاری حنفی المذہب ہین اونھون نے بحث تنگی وقت مغرب مین یہ مقولہ ابن منذر کا
لکھا کہ مالک و اوزاعی و شافعی کہتے ہین کہ مغرب کا کوئی وقت نہین ہے سوائے وقت غروب ہونے

آفتاب کے) لکھکر اسکی تردید مین باثر جواز جمع مغرب وعشا لکھے ہین اوسمین فرماتے ہین

وقت مغرب ممتد است تا عشا چہ اگر تنگ بودے ہر آئنہ فصل گشتے بمیان وی وعشا

پس جمع جائز نشدے چنانکہ میان صبح وظہر۔ ذکرہ العسقلانی۔ علاوہ ازین سال حجۃ الوداع مین بہت لوگون کو دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ جناب رسولخدا صلعم نے دو نمازین ظہر اور عصر کو عرفہ مین اور مغرب وعشاء کو مزدلفہ مین ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھا اور جو لوگ اتباع سنت نبوی کرنا چاہتے ہین وہ استحباباً اون مقامات پر اب بھی بغیر کسی ضرورت اور عذر کے دو نمازین جمع کرکے پڑھتے ہین۔ عرفہ مین عین بعد زوال آفتاب ظہر اور عصر کے نماز جمع کرکے رسول خدا صلعم نے پڑھی کہ اہلسنت کے نزدیک وہ وقت عصر کا ہرگز نہ تھا اور اسی طرح مزدلفہ مین ایسے وقت نماز مغرب اور عشاء ادا فرمائی کہ اہلسنت کے نزدیک وقت مغرب باقی نرہا تھا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ کسی حاجت اور ضرورت کیوجہ سے رسول خدا صلعم نے ایسا کیا ہوگا یہ درست نہین اور جواب اسکا یہ ہے جیسا کہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری مین حدیث اسامہ سے ظاہر ہوا ہے کہ مزدلفہ مین پہونچنے سے پہلے آنحضرت صلعم شعب کوہ مین تشریف لیگئے اور قضاء حاجت فرمائی اور وضو کیا اوسوقت مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا تھا اور اسامہ نے عرض بھی کیا تھا کہ نماز مغرب آپ پڑھین گے مگر آنحضرت نے فرمایا کہ نماز آگے چل کر یعنی مزدلفہ مین پہونچکر پڑھی جاوے گی ایسا ہی حضرتکو عرفات سے چلنے کی جلدی نہ تھی کہ عین بعد زوال آفتاب نماز عصر ادا فرمائی بلکہ ثابت ہوا ہے کہ تا غروب آفتاب آپ عرفات مین رہے اسیلئے ممکن تھا کہ آپ عرفات مین نماز عصر اوسکے

وقت پراور نیز نماز مغرب بھی اوسی جگہ اول وقت پڑھ سکتے تھے لیکن یہ امر تحقیق ہوا ہے کہ آپ کے جسقدر افعال ضمن حجۃ الوداع مین تھے وہ تعلیم امت کے لئے تھے کیونکہ تمام بلاد اسلام کے لوگ وہان حاضر تھے بلا وساطت غیر افعال رسول اللہ صلعم کو دیکھتے تھے جمع کرنا دونمازون کا فقط اسی لئے تھا کہ عوام الناس اسکے جواز سے آگاہ ہوجاوین ثبوت اس امر کا کہ حضرت رسول خدا صلعم غروب آفتاب تک عرفات مین رہے صحیحین سے حاصل اور مدارج النبوت مین بھی درباب قیام عرفہ مرقوم ہے (وھمنت آنسنت کہ تا غروب آفتاب بایستد زیرا کہ ایستاد رسول خدا صلعم تا آفتاب غروب کرو) - اور نیز جب آپ شعب سے قضاے حاجت کر کے نکلے اور وضوء کیا اسکی نسبت مدارج مین مندرج ہے کہ (اسامہ گفت الصلوۃ یعنی نماز مغرب خواہی گذارد یا رسول اللہ فرمود دو نماز پیشتر است یعنی مزدلفہ با نماز عشا گزاردہ خواہد شد بعد اسکے مزدلفہ مین پہونچنے کا حال اس طرح درج ہے و در مزدلفہ وضوے کامل ساخت و فرمود تا اذان گفتند و اقامت کردند و نماز شام بگذارد پیش از انکہ بارہا فرود آمدند و اشتران فرو خوابانیدند و چون بارہا فرود آوردند باز اقامت گفتند و نماز خفتن بگذارد و برائے نماز خفتن بانگ نگفتند و میان فرض مغرب و فرض عشا ہیچ نماز نگزارد و ازینجا معلوم شد کہ جمع میان مغرب و عشا بیک اذان و دو اقامت بودہ چنانکہ در عرفات بود میان ظہر و عصر و در حدیث بخاری و مسلم از اسامہ بن زید ہمچنین آمدہ و مذہب زفر و شافعی و نزد امام ابو حنیفہ و بروایتے از احمد و بسیارے از ائمہ بیک اقامت گذارد الخ - اور مدارج النبوت مین جو کچھ یہ حال درج ہے وہ گویا ترجمہ ہے حدیث اسامہ

بن زید کا جو صحیح بخاری کے باب الجمع بین الصلوتین بمزدلفہ مین مروی ہے اسطرح پر
حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن موسی بن عقبۃ عن کریب
عن اسامۃ بن زید انہ سمعہ یقول دفع رسول اللہ صلعم من عرفۃ فنزل الشعب
فبال ثم توضاء فلم یسبغ الوضوء فقلت لہ الصلوٰۃ فقال الصلوٰۃ امامک
فجاء المزدلفہ فتوضاء فاسبغ ثم اقمت الصلوٰۃ فصلے المغرب ثم
اناخ کل انسان بعیرہ فی منزلہ ثم اقمت الصلوٰۃ فصلے ولم یصل بینہما
یعنی بتحقیق کہ کریب نے اسامہ کو کہتے ہوے سنا کہ آئے پیغمبر خدا صلعم عرفہ سے پس
اوترے شتر سے شعب مین اور بول کیا اور بعد اوسکے وضوء کیا اور اسباغ نہین کیا
یعنی احتیاط نہ کی کہ تمام مستحبات اور سنن وضوء ادا ہون پس کہا مین نے کہ نماز
پڑھنا چاہتے ہین آپ تو فرمایا کہ نماز آگے تیرے ہے (یعنے مزدلفہ مین) پھر آئے مزدلفہ
مین اور وضو کیا اور تکمیل فرمائی وضو کی بعد اوسکے اقامت کہی گئی نماز کی پھر ادا
کی نماز مغرب بعد اوسکے سب لوگون نے اپنے اپنے موضع نزول مین اپنے اپنے
شترون کو بٹھایا اسکے بعد پھر اقامت کہی گئی نماز کی اور نماز عشا پڑھی اور درمیان
ان دونو نمازون کے اور کوئی نماز (نفلی) نہ پڑھی۔ پھر اس باب کے بعد باب ملحقہ
صحیح بخاری مین یہ حدیث درج ہے بطریق آدم عن ابن عمر قال جمع النبی صلعم بین
المغرب والعشا بجمع کل واحدۃ منہما باقامۃ ولم یسبح بینہما ولا علی اثر کل واحد
منہما یعنی کہا ابن عمر نے کہ جمع کیا پیغمبر خدا صلعم نے نماز مغرب اور عشاء کو مزدلفہ مین

ہر ایک کو ساتھ اقامت کے اور نہ درمیان مین اون کے اور نہ پیچھے
کسی کے اون دونومین سے کوئی نماز نفل پڑھی لم یسبح کا ترجمہ شیخ الاسلام شارح
صحیح بخاری نے یہ ہی لکھا ہے (کہ نماز نفل نہین پڑھی) اور اسی نام سے اس باب کو موسوم کیا ہے
اور بطریق خالد بن مخلد اسی باب مین ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
ان رسول اللہ صلعم جمع فی حجۃ الوداع المغرب والعشا بالمزدلفہ یعنی روایت
کی ہے ابو ایوب انصاری سے کہ کہا اونھون نے کہ رسول خدا صلعم نے نماز مغرب اور عشا
دونو کو مزدلفہ مین جمع کیا۔ اور اسی طرح ایک باب جداگانہ صحیح بخاری مین دربارہ جمع
کرنے نماز ظہر اور عصر کے ہے عرفہ مین اس عنوان سے باب الجمع بین الصلوتین بعرفۃ
اور اس باب مین روایت کی ہے سالم سے کہ عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ طریقہ سنت یہ ہے کہ عین
بوقت زوال اور شدت گرمی کے نماز پڑھے اور ظہر اور عصر کو ملا کر پڑھنا طریقہ مسنون ہے
اس روایت سے ثابت ہوا کہ عین وقت زوال بعد ادا کرنے نماز ظہر کے عصر کی نماز پڑھنا
جائز ہے اور وقت ان دونو نمازون کا ایک ہے کیونکہ رسول خدا صلعم عصر کو قبل از وقت یا
مغرب کو بعد فوت وقت ہرگز نہ پڑھتے اسلیئے کہ کوئی نماز قبل از وقت ادا نہین ہوسکتی نہ
بعد فوت ہوجانے وقت کے داخل ادا ہوسکتی ہے اور دیگر اوقات مین یعنی علاوہ حجۃ الوداع
کے جو رسول خدا صلعم نے ظہر و عصر اور مغرب و عشا کو جمع کیا ہے اوسکی روایات ہم پیشتر
لکھ چکے ہین۔ اس سے ثابت ہوا کہ شیعون کا دو نمازون کو ملا کر پڑھنا نہ معیوب ہے نہ قابل
اعتراض بلکہ ایسا عمل ہے کہ جسکو رسول خدا نے بارہا کیا ہے۔ اسلیئے جو شخص شیعون پر

معترض ہوتا ہے وہ گویا رسول خدا صلعم پر اعتراض کرتا ہی۔

رکن سوم قیام فی الصلوٰۃ کے بیان مین جس سے یہ مطلب ہے کہ نماز مین بحالت قیام ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا چاہیے یا ہاتھ کھول کر۔ واضح ہو کہ ارکان نماز چار ہین۔ قیام۔ قعود۔ رکوع۔ سجود۔ قیام کے معنی کھڑے ہونیکے ہین بلا تشریح اس امر کے کہ ناف پر ہاتھ باندکر کھڑا ہو یا سینہ پر یا پس پشت مشکین باندھکر۔ غرض کہ نماز مین فرض صرف کھڑا ہو کر قرأت قرآن کرنا ہے اور اسیطرح سیدھے سادھے طور پر کھڑے ہو کر رسول خدا صلعم اور صحابہ نے نماز پڑھی ہے ناف پر ہاتھ باندھنا یا سینہ پر ہاتھ رکھنا ایجاد متاخرین ہے اور اونکا اجتہاد اسطرف گیا ہے کہ خداوند تعالی احکم الحاکمین ہے اوسکے روبرو نہایت عاجزی اور فروتنی سے کھڑا ہونا چاہئیے حالانکہ عاجزی اور فروتنی دل سے متعلق ہے نہ کہ پیٹ پر ہاتھ رکھنے سے اسلیئے نہ خداوند تعالی نے قرآن شریف مین فرمایا ہے کہ نماز مین ہاتھ باندھکر کھڑے ہوا کرو نہ رسول خدا صلعم نے خود ہاتھ باندھے ہین نہ دوسرون کو ایسا حکم دیا۔ آثار سلف جسقدر کتب معتبرہ اہل سنت مین ہاتھ باندھنے کے بابت وارد ہین وہ نہایت درجہ مختلف اور ناقابل اعتبار ہین خود اکابر علمائے اہلسنت نے اعتراف کیا ہے کہ اسکے برابر اور کسی معاملہ مین اختلاف وضعف روایات واقع نہین ہوا ہے۔ باوجودیکہ معاملہ نماز ایسا مشہور ہی معاملہ ہے کہ لوگون نے رسول خدا صلعم کو روزانہ پانچ مرتبہ تو ضرور ہی نماز پڑھتے ہوے دیکھا ہوگا لیکن اسپر ایک بھی حدیث ہاتھ باندھنے کے بابت صحیح ثابت نہوئی اور اہلسنت کے تین امام آپسمین مختلف الاراء ہوگئے

معلوم ہووے کہ اہل سنت و جماعت کے چار پیشوا ہیں۔ اول امام ابو حنیفہ دوم امام
شافعی سوم امام احمد بن حنبل چہارم امام مالک ہیں۔ ان میں سے امام ابو حنیفہ
نماز میں بحالت قیام ناف پر ہاتھ باندھنا جائز رکھتے ہیں اور امام شافعی سینہ پر۔ اور امام
احمد بن حنبل ایک روایت سے مثل ابو حنیفہ اور ایک روایت سے مثل شافعی حکم دیتے ہیں
یعنی مذبذب بین ذلک ہیں۔ امام مالک شیعوں کی طرح قطعی ہاتھ کھول کر نماز میں کھڑے
ہونے کا حکم دیتے ہیں۔ از انجا کہ خداوند تعالی نے قرآن مجید میں فقط نماز میں قیام کا
حکم دیا ہے اور کچھ تخصیص ہاتھ باندھنے کی نہیں فرمائی اور آثار سلف کا اختلاف ایسا
کہ چاروں امام اہلسنت باہم مختلف تو ثابت ہوا کہ فقط اجتہاد آئمہ پر عمل کیا جاتا ہے و
چونکہ ہاتھ باندھنے سے عاجزی اور فروتنی کا اظہار مقصود ہے تو بہ نسبت ناف اور سینہ پر
ہاتھ باندھنے کے اگر اپنی مشکیں باندھکر انسان نماز پڑھا کرتے تو زیادہ عاجزی و فروتنی ہوتی
اور پھر تعجب یہ ہے کہ وہ فروتنی اور عاجزی فقط قیام کی حالت میں ہی منحصر رہتی ہے قعود اور
رکوع و سجود میں بالکل مفقود ہوتی ہے اسکے کیا معنی کہ نماز کے ایک جزو میں فروتنی ہو اور دیگر
اجزا و ارکان میں سرکشی کیجاوے۔ اب یہ امر تو محقق ہے کہ نماز میں فرض قیام ہے بلا
خصوصیت کسی وضع کے اور مجتہدین اہلسنت نے جبر آثار سلف پر اعتبار کرکے ایک
جدا طریق اپنا قیام کے بابت پیدا کیا ہے اوسکی مفصل کیفیت لکھی جاتی ہے شیخ الاسلام
شرح صحیح بخاری کے کتاب الاذان میں مرقوم ہے کہ امام مالک نے تو ارسال کا حکم دیا یعنے
ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا۔ اور ابو حنیفہ زیر ناف ہاتھ باندھنے کا حکم کرتے ہیں اور شافعی

سینہ پر ہاتھ رکھنے کا اور احمد بن حنبل مشترک ساہین شافعی اور ابو حنیفہ ہین - اور یہ بھی درج ہے کہ امام ابو حنیفہ کو حجت حدیث سہل بن سعد پر ہے یعنی اس حدیث کی رو سے امام ابو حنیفہ ناف پر ہاتھ باندھنے کا حکم دیتے ہین اور یہ حدیث صحیح بخاری کی کتاب الاذان کے باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوٰۃ مین اسطرح مروی ہے

حدثنا عبد اللّٰہ بن مسلمۃ عن مالک عن ابی حازم عن سھل بن سعد قال کان الناس یؤمرون ان یضع الرجل الید الیمنی علی ذراعہ الیسری فی الصلوٰۃ یعنی سہل بن سعد نے کہا ہے کہ آدمی حکم دیئے جاتے تھے کہ مرد اپنا دست راست بازوئے چپ پر نماز مین رکھے - اب اس حدیث کی سند کے نسبت صحیح بخاری مین ہے قال ابو حازم لا اعلمہ الا ینمی ذلک الی النبی صلعم یعنی کہا ابو حازم نے (جو راوی اول ہے اس حدیث کا سہل بن سعد سے) کہ مین اوسکو نہین جانتا مگر یہ کہ وہ نسبت کرتا تھا اس حدیث کو طرف رسول خدا صلعم کے یعنی خود راوی صاحب کو بھی معلوم نہین کہ کہنے والا اس حدیث کا کون شخص تھا - اسمعیل بن ابی اویس نے ینمی ذلک بصیغہ مجہول بیان کیا ہے - یعنی ابو حازم نے یہ کہا کہ مین اس حدیث کو نہین جانتا مگر منسوب کی گئی ہے طرف رسول خدا صلعم کے یہ حدیث اول تو خود مشتبہ ہے اور اصل راوی مجہول ہے بطریق عبد اللّٰہ بن مسلمہ نبیے اور بطریق اسمعیل بن اویس خود روایت ہی مجہول ہے - اور مضمون روایت ایسا مہمل اور مبہم ہے کہ یہ بھی راوی کو معلوم نہین کہ کسطرح پر ہاتھ رکھنے کا حکم

آدمیون کو کس نے دیا۔ اسیطرح یہ ہے کہ یہ ہی کہتا کہ سینہ پہ اپنے ہاتھ باندھ رکھے یا پشت

سر یا پشت پر۔ اب فقط جتنہا د اور رائے انمار حمکی باقی رہی جیسا کہ لکھا ہے شیخ … ملا … ح

صحیح بخاری مین (ونہادن دست بر دست متفق علیہ است میان ائمہ الا امام مالک کہ نزد

وی ارسال است بلجواز وضع۔ ولیکن نزد امام ابو حنیفہ و بروایتے از امام احمد بن حنبل در زیر

ناف نہند و نزد امام شافعی برابر سینہ و بروایتے از احمد مخیر است خواہ زیر ناف نہند یا برابر سینہ

اب ہاتھ باندھنے والے اہلسنت کے ائمہ مین تین امام رہے دیکھا امام زیر ناف باندھنے کا

حکم دیتے ہین اور دیگر امام سینہ پر یعنے امام احمد بن حنبل مشترک ہین رائے امام ابو حنیفہ

اور شافعی مین۔ استدلال امام ابو حنیفہ اور اون کے صاحبین کی حدیث ابو حازم تھا اوپر

مذکور ہو چکی اب امام شافعی کی حجت کو ملاحظہ فرمایا جاوے کہ شیخ الاسلام مین مذکور ہے)

وحجت شافعی حدیث وائل بن حجر است کہ گفت نماز گذاردم با رسول خدا صلعم پس نہاد

دست راست را بر دست چپ بر سینہ خود۔ اور ایسی ہی ایک روایت ترمذی نے قبیصہ بن

ہلب کی ہے کہ قبیصہ نے اپنے باپ ہلب سے روایت کی ہے کہ اوس نے دیکھا رسول اللہ صلعم

کو کہ رکھتے تھے اپنے ہاتھ کو اپنے سینہ پر شیخ الاسلام مین مندرج ہے کہ (وائل یعنے راوی حدیث

مسند لامام شافعی او هلب یعنی راوی ترمذی کہ برسولی آمدہ بودند نزد آنحضرت استاد

صحبت و قربت ایشان در نماز ثابت نمی شود۔ وچون ذکر کردہ شد نزد ابراہیم نخعی حدیث وائل

در بر داشتن دست ہا نزد رکوع گفت ابراہیم اعرابی کہ نگذارد با رسول خدا نماز را مگر ہمان روز آیا

او اعلم باشد۔ وترمذی باوجود روایت قبیصہ گفتہ امر درین باب واسع است نزد علماء)

پس یہ امر تو بخوبی ثابت ہو چکا کہ وائل اور مالک دونو اعرابی تھے اور علماء کو اونکے قول و فعل کا اعتبار نہین نہ وہ کبھی خدمت رسول مین رہے ایک مرتبہ قاصد ہو کر آئے تھے اور اوس روز کے سوا کبھی اونھون نے رسول خدا صلعم کے ساتھ نماز نہین پڑھی - ترمذی کو خود اپنی روایت پر وثوق نہ تھا اس سے معلوم ہوا کہ یہ ہر دو روایات قابل اعتبار نہین ہین - بلکہ بڑے بڑے اکابر علماء اہلسنت کا یہ اعتراف ہے کہ نماز مین ہاتھ باندھنے کی کوئی حدیث بھی ثابت نہین ہوئی چنانچہ شیخ الاسلام مین قول شیخ ابن الہمام کا اسطرح منقول ہے - (وشیخ ابن الہمام گوید کہ حدیث در ہیچ یکے ازان بخصوص ثابت نشدہ پس حوالہ کردہ شود بر آنچہ معہود و متعادات نہادن آن حال قصد تعظیم در قیام و آن تحت سرہ است) ہمکو کمال تعجب اس امر کا ہے کہ اسبارہ مین ایک بھی حدیث اون اصحاب رسول خدا سے مروی نہین ہے جو ہمیشہ حضور خدا کی خدمت مین حاضر رہکر ہر روز آپ کو نماز پڑھتے ہوے دیکھا کرتے تھے اگر رسول خدا صلعم نماز مین ہاتھ باندھا کرتے تو ضرور تھا کہ بہت سی روایات صحابہ سے ہم پہونچتین نہونا کسی روایت کا آپکے صحابہ سے دلیل کامل اسبات کی ہے کہ زمانہ رسول خدا مین اسکا مطلق وجود نہ تھا اور کچھ بعید نہین کہ زمانہ خلافت بنی مروان مین ایسا رواج ہو گیا ہو اور کسی خلیفہ نے حکماً اسکا اجرا کیا ہے اور مثل دیگر مسائل و رسومات کے یہ ہی عوام مین جاری ہو گئی جیسا کہ روایت ابو حازم عن سہل بن سعد سے مترشح ہوتا ہے کہ ضرور آدمی کسی خلیفہ کے حکم سے مامور کئے گئے تھے کہ وہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھا کرین چنانچہ خود مضمون روایت مین حوالہ حکم رسول خدا کا نہین ہے اور زمانہ مابعد مین حکم دینے والے خلیفہ کا نام مصلحتاً نکال دیا گیا

اور جو لوگ کہ مرض نفاق میں مبتلا ہو کر اپنے مسائل کی تائید میں جھوٹی احادیث بنا لینے کے
عادی ہو گئے تھے انہوں نے بھی بہتری احادیث اس بارہ میں وضع کیں اور اون لوگوں کا یہ دستور
تھا کہ اگر کسی امام مذہب سے واسطہ مثلاً امام شافعی سے مناظرہ ہے تو وہ اپنی موضوعی حدیث کو حضرت
علی مرتضی علیہ السلام سے منسوب کرکے بیان کرینگے تاکہ مخالف کو گنجائش کلام نہ رہے چنانچہ
اسی بنا پر اسمیں ایک حدیث وضع ہوئی کہ ابو داود اور احمد بن حنبل نے [illegible]
لیا اور حضرت علی مرتضی سے منسوب کی کہ من السنة وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ
تحت السرة لیکن محدثین نقاد نے اس حدیث کو درجہ اعتبار سے گرا دیا شیخ الاسلام

مین ہے و نووی گفتہ کہ اتفاق کردہ اند بر تضعیف این حدیث۔ اب صاف ظاہر ہو گیا کہ قیام
نماز میں ہاتھ باندھنا نہ فرض ہے نہ سنت رسول اللہ صلعم کی کیونکہ جسقدر احادیث اس بارہ میں بیان
کی گئی ہیں کوئی اونمیں سے صحیح ثابت نہیں ہوئی سبکے سب موضوعی اور مشتبہ اور نامعتبر ہیں
یہی طریق عمل امت کا اور وہ دو طرح پر ہے ایک ہاتھ کھول کر نماز میں کھڑا ہونا۔ دوسرے ہاتھ
باندھنا اور چونکہ نماز میں محض قیام واجب ہے اور قیام کہتے ہیں سیدھا کھڑا ہونیکو ہاتھ کھول کر
میں یہ طریقہ جو لوگ استعمال میں لاتے ہیں وہ اپنے فرض سے ادا ہو جاتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے
اپنی رائے سے خواہ بقصد تعظیم یا بباعث حکام وقت یا کسی اور غرض سے بحالت قیام نماز ہاتھ
باندھے خواہ سینہ پر یا زیر ناف تو وجہ سے بدعت ہے کہ کوئی حدیث اسبارہ میں رسول خدا صلعم
سے ثابت نہیں ہوئی اور ایک طور پر تو بدعت سے بھی اسکا درجہ بڑھا ہوا ہے یعنی صریحاً مخالفت
ہے فعل رسول اللہ صلعم کے۔ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ ہاتھ باندھنا فعل تعظیم ہے اسلیے قیام

اگر کوئی ہاتھ باندھنا اولیٰ سمجھے تو یہ اوسکی غلطی ہے کیونکہ جس فعل کو دینیات مین رسول خدا صلعم
نے نہین کیا یا اوسکا حکم نہین دیا ہے اور اونکے بعد کسی نے اپنی راے سے نکال لیا ہے کیسا ہی
فعل بہتر و مستحسن معلوم ہو لیکن وہ بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت و گمراہی مین ڈالنے والی ہے۔
اگر اہل سنت و جماعت ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے پر طعن کرتے ہین تو وہ اپنے عقیدہ کے بموجب
معترض ہوتے ہین کیونکہ اونکے ائمہ اربعہ مین سے ایک امام مالک نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا جائز
قرار دیا ہے اور حرمین شریفین مین اونکا مصلے موجود ہے جسپر ہاتھ کھول کر نماز پڑھی جاتی ہے اور بموجب
عقاید اہل سنت و جماعت کے امام مالک کا مذہب برحق ہے۔ پس اگر وہ معترض حرمین شریفین
مین پایا جاوے تو ضرور اوسکو تعذیر دیجاویگی۔ ہان سینہ یا ناف پر ہاتھ باندھنے والون پر اگر کوئی
معترض ہو تو بیجا نہین ہے کیونکہ نہ خدا نے اسطرح حکم دیا ہے نہ رسول خدا نے کیا ہے نہ کہا ہے۔
اسلیئے بدعت پر معترض ہونا بیجا نہین اور ہاتھ باندھنے والونکو بجز اسکے اور کچھ جواب نہین کہ ہم بقصد
تعظیم ایسا کرتے ہین ہم کہتے ہین کہ بہ نسبت اسکے دونو ہاتھونکو جوڑ کر کھڑا ہونا زیادہ تر تعظیم اور نیز
عاجزی اور فروتنی کا اظہار ہے پھر ہاتھ جوڑ کر کیون نہین کھڑے ہوا کرتے اور اگر اس سے بھی زیادہ
اپنی عاجزی کا اظہار منظور ہووے تو اپنی مشکین باندھکر کھڑا ہونا چاہیے لیکن بحث یہ ہے کہ ہم لوگونکو
دینیات مین اپنی راے کا داخل کرنا جائز نہین ہے جو طریقہ جناب سرور کائنات نے ہمارے لیے
مقرر کر دیا ہے اوسیکے پابندی ہمپر واجب ہے اپنی طرف سے دینیات مین جدید امر اختراع کرنا سخت
ممنوع ہے جیسا کہ فرمایا ہے شارع علیہ السلام نے کل بدعۃ ضلالۃ بعض لوگون نے
بدعت کو دو قسم سمجھا ہے بدعت سیئہ اور بدعت حسنہ اور کچھ بعید نہین ہے کہ براہ غلط فہمی اس

بدعت کو بدعت حسنہ سمجھکر اپنے دل کو تسلی دین لیکن دراصل کوئی بدعت نیک نہیں ہے اور بموجب
حدیث متذکرہ صدر ہر قسم کی بدعت گمراہی مین ڈالنے والی ہے فاعتبروا یا اولی الابصار

رکن چہارم درباب قرات بعد تکبیر تحریمہ جس سے یہ مراد ہے کہ بعد تکبیر تحریمہ کے شروع
قرأت سورۂ الحمد سے ہونی چاہیے یا بحسب طریق اہلسنت والجماعت دعاء سبحانک اللھم
وبحمدک الخ پڑھی جاوے۔ یعنی اسبارے مین طریقہ مسنون کیا ہے واضح ہو کہ مذہب شافعیہ
مین نماز فرض اور نفل مین مستحب ہے کہ بعد تکبیر تحریمہ و قبل از قرات قرآن دعاء انی
وجہت وجھی للذی فطر السموات والارض اور دعاے سبحانک اللھم الخ پڑھین
اور حنفیہ و احمد کے مذہب مین فقط دعاے سبحانک اللھم الخ پر اقتصار کیا گیا ہے۔ کذا فی
شیخ الاسلام۔ اور مذہب شیعہ امامیہ اثنا عشریہ مین بعد تکبیر تحریمہ کے شروع قرات سورہ الحمد سے
کیجاتی ہے۔ اب ہم تحقیق اس امر کی کرتے ہین کہ آیا بروے احادیث صحیحہ مرویہ اہلسنت والجماعت
رسول اللہ صلعم کا طریق عمل اسبارہ مین کیا ثابت ہوتا ہے آیا آپ شیعون کے طرح افتتاح نماز
و شروع قرات سورہ الحمد سے کرتے تھے یا اہلسنت والجماعت کے طریق پر ادعیہ متذکرہ
صدر سے افتتاح صلوٰۃ شروع قرات فرماتے تھے چنانچہ صحیح بخاری کے ملاحظہ سے صاف
ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم شروع قرات اور افتتاح نماز سورہ الحمد سے کیا کرتے تھے اور
اسی طرح دوسرون کو حکم دیتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری کتاب الاذان کے باب
ما یقرء بعد التکبیر مین مروی ہے **حدثنا** حفص بن عمر قال حدثنا شعبہ
عن قتادہ عن انس ان النبی صلعم وابابکر و عمر کانوا یفتحون الصلوٰۃ بالحمد للہ

رب العالمین یعنی حفص بن عمر نے روایت کی شعبہ سے اور اونے قتادہ سے اور اونے انس بن مالک سے کہ تحقیق نبی صلعم اور ابوبکر و عمر افتتاح نماز کرتے تھے الحمد للہ رب العالمین سے ۔ مراد اس جگہ افتتاح نماز سے شروع قرات ہے بعد تکبیر کے ورنہ افتتاح نماز تکبیر سے ہوتا ہے اور سوا اسکی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ استخراج کیا ہے اوسکو مسلم نے اپنی صحیح مین کہ آنحضرت صلعم افتتاح نماز تکبیر سے کیا کرتے تھے اور افتتاح قرات الحمد للہ رب العالمین سے اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس حدیث مین الحمد سے پہلے بسم اللہ کا ذکر نہین ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم جزو ہے سورہ الحمد کا جیساکہ اختیار کیا ہے امام شافعی نے اسی حدیث مین کہ الحمد للہ رب العالمین سے مراد سورۃ الحمد ہے اور وہ شروع ہوتی ہے اپنی پہلی آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم سے اور ختم ہوتی ہے ولا الضالین پر اور امام مالک کے نزدیک بسملہ ہر سورہ کے شروع مین نازل ہوئی ہے اسلیے پڑھنا بسملہ کا ہر سورہ کے شروع پر واجب ہے تنبیہ حدیث مندرجہ بالا کے مضمون سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ انس بن مالک نے یہ حدیث ایسے زمانہ مین بیان کی ہے کہ لوگون نے بعد تکبیر اور قبل الحمد کچھ دعائین اپنی طرف سے ایجاد کر کے شامل نماز کر لین تھین کیونکہ جناب پیغمبر خدا صلعم کے ساتھ جو طریق عمل شیخین کا بیان کیا ہے اوس سے یہی مطلب ہے کہ زمانہ جناب رسولخدا صلعم اور زمانہ خلافت حضرت ابوبکر و حضرت عمر مین بعد تکبیر تحریمہ شروع قرات الحمد سے ہوتی تھی اور حضرت عثمان کی خلافت مین دعا اختراع ہوئی ہے ۔ اور یہ بات کچھ بعید از قیاس نہین ہے کیونکہ اکثر معاملات مین تغیر و تبدل خاص حضرت عثمان کے ہی زمانہ مین ہوا ہے اور پھر معاویہ

اور مروان اور اوسکی اولاد کی خلافت ایام مین حکماً اون امور کی پابندی کرائی گئی جنکو حضرت عثمان
یا حضرت معاویہ و حضرت مروان نے عمداً برخلاف طریقہ رسولخدا و شیخین کے جاری کیا تھا۔ اور
مین یقین کرتا ہون کہ ہاتھ باندھکر نماز پڑھنا بھی انھین بزرگوارون کے اختراعات سے جاری
ہوا ہے۔ اگرچہ عبدالرحمن بن عوف نے بوقت شوری حضرت عثمان سے اسبات کا عہد لیا تھا
کہ وہ جملہ امور مین تقلید شیخین کی کرتے رہین گے لیکن کتب احادیث و سیر کے دیکھنے سے
پایا جاتا ہے کہ انکے زمانہ خلافت مین کھلم کھلا مخالفت افعال رسول اللہ صلعم اور حضرات
شیخین کی کی گئی۔ جیسا کہ حکم اور مروان کو رسولخدا صلعم نے پردیس نکالا دیا اور حضرات
شیخین نے اوس حکم کا اتباع کیا مگر حضرت عثمان نے نبی صلعم کے حکم کو منسوخ کرکے اپنے پاس
بلا لیا اور صاحب جاہ و حشمت کر دیا۔ یا ثعلبہ بن حاطب سے خلاف حکم خدا اور رسول و خلاف
طریقہ شیخین زکوٰۃ لی لی۔ یا قرآن شریف مرتبہ و محررہ خلافت شیخین کو مطلقاً تلف کرکے اپنی
ترتیب کو جاری کیا۔ اور بہت سے امور ہین کہ یہ رسالہ گنجایش اونکی نہین رکھتا۔ باعث
ترویج بدعات زمانہ خلافت حضرت عثمان کا یہ ہے کہ زمانہ خلافت بنی امیہ مین خدا و رسول کا
حکم ٹل جاتا تھا مگر یہ مجال کسیکی نہ تھی کہ حضرت عثمان کے حکم کو ٹال دے۔ مین اسبارہ خاص
مین ایک مجلد کتاب لکھ سکتا ہون لیکن اس رسالہ مین ایسے امور کا ذکر کرنا بالکل بے محل ہے
اس موقع پر فقط ایک روایت پر اکتفا کرتا ہون کہ اتفاق سے تیسیر القاری شرح صحیح بخاری
مین اسوجہ سے میری نظر سے گذری کہ اوسکے حاشیہ پر جو شرح ثانی مسمی بہ شیخ الاسلام لکھی
ہوئی ہے اوسکی کتاب الاذان اور اسکی کتاب الحج ایک ہی اوراق مین ہین تیسیر القاری کی

کتاب الحج باب الصلوۃ عینی مین مروی ہے۔ عن عبد اللہ ابن مسعود قال صلیت مع النبی صلعم
رکعتین ومع ابی بکر رکعتین ومع عمر رکعتین ثم تفرقت بکم الطریق فیالیت حظی مع اربع رکعتان
متقبلتان یعنی بطریق قبیصہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ کہا ابن مسعود نے کہ نماز پڑھی ہمنے
ساتھ رسول خدا صلعم کے دو رکعتین اور ساتھ ابوبکر کے دو رکعت اور ساتھ عمر کے دو رکعت بعد
اسکے طریق مختلف ہوگیا اور کاش کہ نصیب میرا ان چار رکعتون مین سے جو عثمان نے
پڑھین دو رکعت مقبول ہوتین۔ شارح کہتے ہین۔ یعنی کاش عثمان دو رکعت گذاردے
چنانکہ آنحضرت و یاران او گذاردہ اند۔ و درین ادا اظہار کراہت فعل عثمان است از جہت
مخالفت مر آنہا را کہ مقتدا بودند۔ علاوہ حدیث متذکرہ اول کے ایک اور حدیث جس سے
بعد تکبیر قرأت قرآن کا حکم پایا گیا ہے صحیح بخاری کے باب وجوب القرأت للامام والماموم
مین مروی ہے حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا یحیی قطان عن عبد اللہ
عمری قال حدثنا سعید بن ابی سعید عن ابیہ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلعم
دخل المسجد فدخل رجل فصلے وسلم علی النبی صلعم فرد وقال ارجع فصل
فانک لم تصل فرجع فصلے کما صلے ثم جاء فسلم علی النبی صلعم فقال ارجع
فصل فانک لم تصل ثلثا فقال والذی بعثک بالحق ما احسن غیرہ فعلمنی
فقال اذا قمت الی الصلوۃ فکبر ثم اقرا ما تیسر معک من القرآن ثم ارکع حتی
تطمئن راکعا ثم ارفع حتی تعتدل قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم
[illegible] رسول اللہ صلعم

ہوے مسجد مین کہ ایک آدمی آیا اور اوسنے نماز پڑھی اور حضرت کو سلام کیا حضرت نے
جواب سلام کا دیکر فرمایا کہ پھر لوٹ جا اور نماز پڑھ کہ تو نے نماز نہین پڑھی ہے پس وہ شخص
لوٹ آیا اور پھر اوسی طرح نماز پڑھی جیسے کہ پہلے پڑھی تھی اور نماز پڑھکر حضرت کے پاس آیا
اور سلام کیا پھر حضرت نے فرمایا کہ لوٹ جا اور پھر نماز پڑھ کہ تو نے نماز نہین پڑھی اور تین مرتبہ
اسی طرح فرمایا پھر تیسری بار وہ شخص بولا کہ یا حضرت مجھے قسم ہے اوسکی کہ جسنے تمکو برحق نبی مبعوث
کیا ہے کہ مجھے اس سے بہتر نماز پڑھنی نہین آتی آپ مجھے تعلیم فرما دیجئے تب حضرت نے فرمایا
کہ جسوقت تو نماز کو کھڑا ہو تو اول تکبیر کہہ بعد اوسکے جو کچھ کہ قرآن مین سے تجھے یاد ہے وہ
پڑھ (یعنے الحمد اور جو اور کوئی سورت یاد ہو) بعد اسکے رکوع کر یہانتک کہ رکوع مین اطمینان
ہو پھر سر اوٹھا یہانتک کہ اعتدال کے ساتھ کھڑا ہو پھر سجدہ کر یہانتک کہ سجدہ مین اطمینان
حاصل ہو پھر سر اوٹھا اور اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر اور اسی طرح سے ساری رکعتین نماز کی پوری کر
[illegible] رکعتین [illegible] اور حکم ہے جیسا کہ شیخ الاسلام مین ہے کہ رکعت [illegible]

[illegible]

متبع سنت ہین پس جو شخص تسبیح پڑھنے والون پر معترض ہو وہ سنت نبوی پر معترض ہوتا ہے
حدیث مذکورہ صدر سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ اہلسنت جو بعد سجدتین بغیر جلسہ کھڑے ہو جاتے
ہین یہ فعل اونکا خلاف سنت ہے اور شیعہ جو سجدتین کے بعد باطمینان جلسہ کر کے اوٹھتے
ہین وہ متبع سنت ہین - اب ہم یہ تحقیق کرنا چاہتے ہین کہ حنفیون نے دعاے استفتاح
نماز کہانسے نکالی ہے چنانچہ معلوم ہوا کہ ماخذ انکا وہ حدیث ابی ہریرہ کے ہے جسکو بخاری
نے روایت کیا ہے کہ ابو ہریرہ کہتے ہین کہ رسول خدا صلعم بعد تکبیر و قبل شروع قرات کچھ تھوڑی
دیر تک ساکت رہتے تھے - اسپر امام ابو حنیفہ اور احمد نے گمان کر لیا ہے کہ دعا کرتے
تھے مگر یہ وہی نقل ہے کہ کسی شخص نے بھیگی ہوئی بلی کو دیکھ کر کہدیا تھا کہ بارش ہو رہی ہے
ثبوت اس امر کا کہ اسی حدیث کی بنا پر امام ابو حنیفہ نے دعاے استفتاح نماز کو مستحب قرار دیا
ہے یہ ہے کہ شیخ الاسلام شارح صحیح بخاری نے اس حدیث کی شرح مین یہ لکھا ہے - و این حدیث
دلیل است بر خواندن دعاے استفتاح بخلاف امام مالک کہ گوید مستحب نیست ولیکن امام

ابو حنیفہ و احمد استفتاح در فرض بہ تسبیح و ثنا گویند اھ

لیکن مجمع البحرین کے بیان مین رفع یدین کے معنی بلند کرنا ہاتھون کا ہے اور
[illegible] ہر وقت کہنے تکبیر کے دونون ہاتھونکا بلند کرنا ہے - واضح ہو کہ اہلسنت
والجماعت خصوصًا حنفی مذہب مین سواے تکبیر تحریمہ کے اور تکبیرون کے وقت رفع یدین
[illegible] ہے - [illegible] اہلسنت سے [illegible] ثابت ہوا ہے کہ جناب سرور کائنات [illegible]
[illegible]

ٹھیک طریقہ رسول خدا صلعم پر کون چلتا ہے اور سنت نبوی کا مخالف کون ہے۔ شیعہ امامیہ
اثنا عشریہ بموجب طریقہ رسول خدا صلعم سوائے تکبیر تحریمہ کے دیگر تکبیرون پر بھی رفع یدین کرتے
ہین اور اہلسنت والجماعت اسکے خلاف کرتے ہین صحیح بخاری کی کتاب الاذان کے
باب رفع الیدین فی تکبیر الاولی مین حدیث مسطورہ ذیل مرقوم ہے حدثنا عبداللہ بن
مسلمہ عن مالک عن ابن شہاب عن سالم بن عبداللہ عن ابیہ ان رسول اللہ
صلعم کان یرفع یدیہ حذو منکبیہ اذا افتتح الصلوٰۃ واذا کبر للرکوع واذا رفع
راسہ من الرکوع رفعہما کذلک ایضاً وقال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد وکان
لا یفعل ذلک فی السجود یعنی سالم بن عبداللہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ
تحقیق کہ رسول خدا صلعم دونون ہاتھ دوش کے برابر بلند کرتے تھے جبکہ نماز شروع کرتے
تھے اور جب تکبیر واسطے رکوع کے کرتے تھے اور جبکہ سر رکوع سے اٹھاتے تھے دونوں ہاتھ اوسی طرح
بلند کرتے تھے اور کہتے تھے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد (اور روایت ثانی مین ربنا
ولک الحمد شامل نہین ہے) اور آنحضرت سجدون مین ایسے نہین کیا کرتے تھے شیخ الاسلام
شرح صحیح بخاری مین اسی حدیث کی شرح مین لکھا ہے کہ [illegible] سجدون کے وقت [illegible]
رفع یدین کرتے ہین۔ اور اہلسنت مین جو ایک فرقہ اہل حدیث کہلاتا ہے اور [illegible]
[illegible] لیکن حنفی اسکو نہین [illegible]
[illegible] نبوی کے مخالفت کرنے والون [illegible]
[illegible]

اربعہ مین سے اتباع سنت پر کوشش کرنیوالے اول درجہ پر امام مالک ثابت ہوتے ہین اوراونکے بعد امام شافعی کا درجہ ہے **دوسری حدیث** صحیح بخاری باب رفع الیدین اذا کبر واذا رکع واذا رفع مین بطریق محمد بن مقاتل عبد اللہ ابن عمر سے مروی ہے قال رایت رسول اللہ صلعم اذا قام فی الصلوۃ رفع یدیہ حتی یکونا حذو منکبیہ وکان یفعل ذلک حین یکبر للرکوع ویفعل ذلک اذا رفع راسہ من الرکوع ویقول سمع اللہ لمن حمدہ ولا یفعل ذلک فی السجود یعنی کہا ہے عبد اللہ ابن عمر نے کہ دیکھا مین نے رسول اللہ صلعم کو کہ جسوقت وہ نماز کو کھڑے ہوتے تو دونو ہاتھ مونڈھون کے برابر بلند کرتے اور ایسے ہی کرتے تھے جبکہ رکوع کیواسطے تکبیر کرتے اور ایساہی جب کرتے کہ رکوع سے سر اونچا کرتے اور کہتے سمع اللہ لمن حمدہ اور سجدہ مین ایسا نہین کرتے تھے **وصحیح بخاری باب ایضًا** بطریق اسحق الواسطی عن ابی قلابہ مروی ہے کہ انہ رای مالک بن الحویرث اذا صلے کبر ورفع یدیہ واذا اراد ان یرکع رفع یدیہ واذا رفع راسہ من الرکوع رفع یدیہ وحدث ان رسول اللہ صلعم صنع ھکذا یعنی ابی قلابہ نے مالک بن حویرث صحابی کو دیکھا کہ جب وہ نماز پڑھتے اور تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے تب بھی رفع یدین کرتے اور بوقت سر اوٹھانے رکوع سے بھی رفع یدین کرتے اور حدیث کہتے کہ جناب رسول خدا صلعم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے **وایضًا باب** رفع الیدین اذا قام من الرکعتین حدثنا عیاش بن الولید قال حدثنا عبد الاعلی قال حدثنا عبید اللہ عمری عن نافع ان ابن عمر کان اذا دخل

فی الصلوٰۃ کبر ورفع یدیہ واذا رکع رفع یدیہ واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ رفع
یدیہ واذا قام من الرکعتین رفع یدیہ۔ ورفع ذلک ابن عمر الی نبی اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم۔ ورواہ ابن طہمان عن ایوب وموسی بن عقبہ مختصرا۔ وروٰہ
حماد بن سلمہ بن دینار عن ایوب عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم یعنی نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر جب نماز شروع کرتے اور تکبیر کہتے تو رفع
یدین کرتے اور جبکہ رکوع کرتے تب بھی رفع یدین کرتے اور جبکہ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو
بھی رفع یدین کرتے اور جبکہ دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہوتے تب بھی رفع یدین کرتے۔ اور سند
اس حدیث کی ابن عمر نے طرف جناب رسول خدا صلعم کے کی ہے۔ اور ابن طہمان نے بھی
اس حدیث کو ایوب اور موسی بن عقبہ سے مختصر طور پر روایت کی ہے۔ اور نیز حماد بن سلمہ بن
دینار نے ایوب سے اور اونے نافع سے اور اونے ابن عمر سے اور ابن عمر نے رسول خدا صلعم سے
روایت کی ہے۔ غرضکہ رفع یدین کے بارہ میں جہانتک دیکھئے ہیں صحاح اہلسنت [illegible]
کی روایات سے مالامال ہیں اور روایت اطمینان کے ساتھ ثابت ہوا ہے کہ جناب [illegible]
صلعم [illegible] رفع یدین کرتے تھے اور دوسروں کو اسکے کرنیکا حکم دیتے تھے [illegible]
[illegible] اس بات کا ہے کہ اکثر اہلسنت میں سے خاص امام ابو حنیفہ نے
[illegible] روایات [illegible] مخالفت اختیار کی اور ایسا [illegible]
[illegible]
[illegible]

اور رفع یدین جسکا کرنا رسول خدا کی نسبت مشاہیر صحابہ کی کثیر روایات سے ثابت ہوا ہے ترک
کردیا اسکی وجہ سوائے اسکے اور کچھ نہین ہے کہ انکا زمانہ خلفائے مروانیہ کے زمانہ سے زیادہ ملحق
تھا اور جسقدر تغیرات دین مین واقع ہوئے ہین وہ سب بنی امیہ کے طفیل سے ہوئے اور سلطنت
اونکی چونکہ قریب ایک سو برس کے مسلسل و مستقل طور سے قائم رہے کسیکی مجال نہ تھی کہ اون
رسمیات کو ترک کرکے آثار سلف کی تفتیش کرے اور جبکہ اس سو برس کے عرصہ مین علما کی
کئی کئی پشتین خلفائے بنی امیہ کی تقلید مین گذر گئین تو آخرکار تمامی تغیرات دینی ایسے سمجھے
گئے کہ گویا اسی طرح زمانہ رسول خدا سے ہوتے ہوئے چلے آرہے ہین۔ لیکن جبکہ زمانہ سلطنت
بنی عباس کا آیا اور ہر امر کی نسبت تحقیق و تفتیش شروع ہوئی کہ فلان امر مین بزمانہ رسول خدا
کیا عمل درآمد تھا اوسوقت ہر بات کھلنے لگی لیکن چونکہ عمل درآمد زمانہ رسول خدا تو قید کتابت
مین نتھا نہ سوائے اہلبیت پیغمبر صلعم کوئی خاندان ایسا تھا کہ اون مین تربیت بنی امیہ نے اثر نہ کیا ہو
اور عمل درآمد زمانہ رسول خدا اونکے سینہ بسینہ چلا آرہا ہو اسلیئے بہت باتون مین غیر لوگون سے
عمل درآمد زمانہ رسول خدا معلوم نہو سکا اور چونکہ اہلبیت پیغمبر کیطرف اس زمانہ مین بھی بخوف
خلفاء بنی عباس عوام لوگ رجوع نہوسے اور اون سے مسائل دینی اخذ کرنیکی جرات نہ پائی
اسلیئے بہت سے امور مروجہ زمانہ بنی امیہ قائم رہ گئے اور شافعی و ابو یوسف وغیرہ متاخرین کی
کوششون کا کوئی نتیجہ کافی برآمد نہوا۔ مگر تاہم نسبت اجتہاد امام ابو حنیفہ کے انھون نے
بہت کامیابی حاصل کی اور جون جون زمانہ بنی امیہ کو بعد ہوتا گیا زمانہ رسول خدا کے آثار
منکشف ہوتے گئے گو اسوقت آخر تک ہر قسم کی روایات صحاح اہلسنت مین مندرج ہو گئی

اون پر عموماً اہلسنت کا عمل نہین ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ شیعہ اپنے تمامی عقائد کا ثبوت احادیث
مندرجہ صحاح اہلسنت سے دیسکتے ہین۔ اب اگرچہ اکثر مسائل بنی احادیث مندرجہ صحیحین سے خلاف
اجتہاد امام ابوحنیفہ کے پائے جاتے ہین اور صحیحین کے مرویات کی صحت اور سند مین تمام اہلسنت کو
کلام نہین لیکن محض اسوجہ سے کہ جب ہم قدیم سے مقلد امام ابوحنیفہ کے ہین تو پھر اونکی تقلید
کیسے چھوڑ دین اب تو بہشت مین جائین یا دوزخ مین جسکے نام پر ایکدفعہ بک چکے ہین اوسکی
تقلید کیسے چھوڑ دین میرے نزدیک امام ابوحنیفہ اپنی مجبوری کو خوب جانتے تھے اور سمجھتے تھے
کہ بنی امیہ کی سلطنت کے اثر سے آثار زمانہ رسول خدا کا انکشاف کامل طور سے اس زمانہ
مین نہین ہو سکا ہے اسلئے وہ اپنے شاگردون کو حکم دیگئے تھے کہ اگر میرے قول کے برخلاف حدیث
ثابت ہو تو میرے قول کی پابندی نکرنا لیکن شاگردون کو اوستاد کی تقلید کا متروک ہونا پسند نہوا
اسلئے امام ابوحنیفہ کے اس وصیت نے کوئی بہتر نتیجہ پیدا نکیا کاش امام ابوحنیفہ اس وصیت کو
تشریح کے ساتھ کرتے تو اونکے اصحاب سے سرسری بات سمجھکر خاموش نرہتے اور جو اعتراضات
اونکی کاروائیون پر اونکے ہمعصر علماء نے کئے ہین اونکی بھی نوبت نہ پہونچتی صحیح بخاری کی
[illegible] ۳۲ مقامات مین امام ابوحنیفہ پر طعن کیے گئے ہین اسی طرح امام شافعی اور اونکے اتباع نے
بہت دلیری کے ساتھ اونکے مطاعن کا اظہار کیا لیکن حنفیون نے اوسوقت یہ عمدہ دنیاوی پالیسی
اختیار کی کہ اون مطاعن کو سنکر سکوت اختیار کیا۔ اگر ساکت نہوتے تو جواب شافعی [illegible]
[illegible] سے ہوجاتے لیکن اوسوقت کا سکوت کام کر گیا۔ [illegible]
[illegible]

لیگئے تو جبہ لیلیا لیکن اون سے باخلاق پیش نہ آئے اور دعا کرنے سے بھی گریز کیا۔ زمانہ خلافت اصحاب ثلثہ مین وہ کسی خلیفہ کے پاس نہین آئے مگر جسوقت جناب امیر المومنین علی مرتضے سلام اللہ علیہ مسند خلافت ظاہری پر جلوہ افروز ہوے اویس قرنی بشوق زیارت امام برحق و باشتیاق غزا و شہادت خدمت حیدر کرار مین حاضر ہوے اور دشمنان دین سے لڑکر غزا مین شہید ہوے۔ یہ البتہ ذرا التعجب خیز بات ہے کہ حضرت اویس قرنی سا بزرگ حضرت عمر کیطرف مطلق توجہ نکرے اور حضرت علی کیخدمت مین نہایت شوق سے حاضر ہو۔ اور نیز جس زمانہ خلفاء ثلثہ مین کفار نصارا اور مجوس پر جہاد جاری تھا اوس زمانہ مین اونکو شوق غزا و شہادت پیدا نہوا اور جبکہ حضرت جاہد الکفار والمنافقین معاویہ بن ابی سفیان سے برسر غزا و جہاد ہوے اوسوقت سے کمال اشتیاق سے خواجہ اویس نے اپنے وطن مالوفہ کو ترک کرکے ملازمت جناب حیدر کرار اختیار کی اور خلعت فاخرہ شہادت سے مخلع ہوے

رکن ہفتم تسابیح رکوع و سجود کے بیان مین اگرچہ ان تسابیح مین باہم شیعہ وسنی زیادہ اختلاف نہین اہلسنت فقط سبحان ربی العظیم تو رکوع مین اور سبحان ربی الاعلی سجدہ مین تین تین بار پڑھتے ہین اور شیعہ بھی انہین تسابیح کو باضافہ لفظ وبحمدہ وبشمول بعض ادعیہ ماثورہ پڑھتے ہین اور مابین سجدتین دعاے طلب مغفرت بھی پڑھتے ہین جسکو اہلسنت نے قطعاً ترک کردیا ہے۔ اہلسنت کے فقہا اسبارہ مین مختلف ہین امام مالک وامام شافعی مستحب سمجھتے ہین رکوع و سجود مین پڑھنا ہر دعاے ماثورہ کا اور ابو حنیفہ اور فقط تسبیح مقدکرہ بالا کا ہی پڑھنا جایز کہتے ہین چنانچہ شیخ الاسلام شارح صحیح مسلم

نے اسی باب کے اندر لکھا ہے کہ نزد شافعی و مالکؒ در نماز فریضہ ہر چہ خواہد بخواند از ادعیہ ماثورہ

و نزد ابو حنیفہ و احمد سنت است کہ سہ بار سبحان ربی العظیم در رکوع و سبحان ربی الاعلیٰ در سجدہ

بخواند اب ہم متوجہ ہوتے ہین اس امر کی تحقیقات کیطرف کہ احادیث صحیحہ مرویہ صحیح بخاری مین

رسول خدا صلعم کی نسبت رکوع و سجود مین کیا پڑھنا ثابت ہوتا ہے آیا امام ابو حنیفہ کے قول

کی تائید ہوتی ہے یا شیعہ امامیہ اور امام مالکؒ شافعی کے طریق کی سند ہوتی ہے چنانچہ

واضح ہوا کہ آنحضرت صلعم بھی جسطرح شیعہ پڑھتے ہین تسبیح معہ تحمید پڑھا کرتے تھے اور استغفار

بھی کرتے تھے۔ دیکھو صحیح بخاری کے باب ذکر تسابیح رکوع و سجود مین کہ مروی ہے وعن

عائشۃ قالت کان النبی صلعم یکثر ان یقول فی رکوعہ و سجودہ سبحانک اللّٰھم۔ وربنا

وبحمدک۔ واللّٰھم اغفرلی یعنی حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ نبی صلعم اکثر رکوع و سجود

مین کہا کرتے تھے۔ سبحانک اللّٰھم (یہ تسبیح ہے اور ہم معنی ہے سبحان ربی العظیم و اعلیٰ کے

اور ربنا و بحمدک (یہ تحمید ہے اور ہم معنی ہے وبحمدہ کے جو شیعہ کہتے ہین) اور اللّٰھم اغفرلی

(یہ ادعیہ ماثورہ مین سے ہے) کہ شیعون کے نزدیک سجدہ و مابین سجدہ اسکو پڑھتے ہین کوئی

جہت نہین اور علی العموم شیعہ مابین السجدتین اس دعا کو پڑھتے ہین صحیح بخاری مین یہی

مروی ہے کہ آنحضرت صلعم تسابیح مذکرہ بالا کو بامتثال فرمان الٰہی پڑھا کرتے تھے کہ قرآن

شریف مین وارد ہے فسبح بحمد ربک واستغفرہ یعنی پس تسبیح کر ساتھ حمد رب اپنے کے

یعنی یاد کر پاکیزگی رب اپنے کو ساتھ حمد اوسکی کے یعنی تسبیح اور تحمید دونو کو ملا کر کہا اور اوسی

[illegible] آپ معلوم ہوا کہ سبحان ربی العظیم و بحمدہ پڑھنا فرض ہے اور اگر بحمدہ اسکے

صلعم اسطرح نماز پڑھا کرتے تھے وہ دونو بھائی کہتے ہین کہ بعد بیان کرنے طریقہ نماز کے
ابو ہریرہ نے بیان کیا کہ رسول خدا صلعم بعد رکوع کے قنوت مین مسلمانون کے حق مین ہر ایک کا
نام لے لیکر دعاے خیر کرتے اور اسیطرح کافرون کے حق مین نام بنام بددعا فرماتے اسطرحپر
اللھم انج الولید بن الولید. وسلمہ بن ھشام وعیاش بن ابی ربیعہ والمستضعفین
من المؤمنین اے خداوند تعالی نجات دے ولید بن ولید (برادر خالد) اور سلمہ بن ہشام (برادر
ابوجہل) اور عیاش بن ابی ربیعہ اور دیگر ضعفاء مؤمنین کو اللھم اشدد وطاءتک علی مضر
خداوندا سخت کر اپنے عذاب کو اوپر قبیلہ مضر کے وجعلھا سنین کسنی یوسف اور اے
خداوندا اونکی سالون کو مثل قحط سالی یوسف علیہ السلام کے کر مروی ہے کہ ببرکت دعاے
آنحضرت صلعم مؤمنین مذکورین نے خلاصی اور نجات پائی اور مشرکین پر سات برس تک ایسا قحط
عظیم پڑا کہ استخوان اور مردار کھانے لگے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی روایات سے لوگون کو شبہہ
ہوا ہے کہ بعد رفع ضرورت حضرت نے قنوت ترک کر دیا ہوگا لیکن تحقیق یہ ہے کہ قنوت ترک
نہین ہوا صرف دعائین قنوت کی وقتاً فوقتاً موافق ضرورت اور حاجت کے بدلتے رہے
ہین جیسا کہ شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری مین درج ہے کہ طحاوی نے ابن مسعود سے روایت
کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے مدت ایکماہ تک ہمیشہ ہر نماز فریضہ وقتیہ کے قنوت مین عصیہ اور
ذکوان پر بددعا فرمائی ہے اور دیگر اہل سیر اور محدثین نے بھی اس واقعہ کو لکھا ہے کذا فی
مدارج ومناہج النبوت وروضۃ الاحباب وغیرہ چونکہ پہلی روایت مین تین نمازون ظہر
اور عشا و فجر مین قنوت پڑھنا بروایت ابو ہریرہ ثابت ہوچکا ہے اور ہم لکھ چکے ہین کہ دیگر نماز و نمین

جنمین قنوت پڑھتے تھے لیکن راوی سے اوسکا ذکر رہ گیا۔ اب ہمکو ہمارے قول کے موید ایک اور حدیث مروی انس
بن مالک ملی جو صحابی ہیں صحیح بخاری مین دستیاب ہوئی ایضا صحیح بخاری حدثنا
عبد اللہ بن ابی الاسود قال حدثنا اسمعیل بن علیہ عن خالد الحذا عن ابی قلابہ
عن انس قال کان القنوت فی المغرب والفجر یعنی انس سے مروی ہے کہ قنوت مغرب اور فجر
مین تھا۔ چونکہ چار نمازون مین قنوت روایات صحیحہ سے ثابت ہوچکا ہے تو پانچون نمازمین ضرور
قنوت تھا اور جبکہ رسول اللہ صلعم نے تا روز وفات نمازمین قنوت پڑھا ہے تو فرض ہونا
اسکا مسلم ہے اور ترک کرنا اسکا ترک فرض ہے اور تا دم واپسین حضرت کا نماز مین قنوت
پڑھنا اسطرح ثابت ہے۔ کہ شیخ الاسلام مین ہے کہ عبد الرزاق نے بطریق ابی جعفر
رازی انس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم ہمیشہ نماز فجر مین قنوت پڑھتے تھے اوس دم
تک کہ دنیا سے رحلت فرمائی۔ محدثین اور اہل سیر نے لکھا ہے کہ جب حضرت عمر حج بیت شریف
ہوئے ایکر اویس قرنی کے پاس پہونچے اور بعد ادائے پیغام وسلام اویس قرنی سے طالب
دعائے خیر کے اپنے حق مین ہوئے تو اویس نے جواب دیا کہ مین ہر نماز مین دعا کرتا ہون اللھم
اغفر للمؤمنین والمؤمنات الخ پھر تمہارے حق مین تخصیص دعا کی کیا ہے۔ اگر تم مؤمن ہو
تو اس دعا کے شامل ہو۔ اگر نہین ہو تو مستحق دعا نہین ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ بعد رسول خدا
صلعم کے عظماء امت ہر نماز مین قنوت پڑھتے تھے۔ یہ اویس قرنی وہ ہین کہ جو زمانہ رسول خدا
مین زمرہ اولیاء اللہ مین شامل سمجھے جاتے تھے۔ اگرچہ رسول خدا صلعم سے ملاقات اونکی
نہین ہوئی لیکن عاشق زار رسول خدا کے تھے۔ حضرت عمر جب حج بیت شریف ہوئے اونکے پاس

ہمارا مقصود اس موقع پر یہ ہے کہ ہم اِس امر کی تحقیق کرین کہ آیا احادیث مندرجہ کتب اہلسنت
سے قنوت کا کچھ وجود پایا جاتا ہے یا شیعون نے ہی بزعم جہال اسکو اختراع کرلیا ہے پس اگر احادیث
صحیحہ اہلسنت سے یہ ثابت ہوجاوے کہ رسول خدا صلعم بھی ہر نماز فریضہ مین قنوت پڑھا کرتے تھے
توپھر کسیکو شیعون پر اعتراض کرنیکا موقع نملیگا۔ چنانچہ تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ جناب
سرورِ کائنات صلعم وقتیہ نمازون کے قنوت مین ہر قسم کے مختلف دعائین پڑھا کرتے تھے جیسے
کہ ضعفاء مسلمین کی مخلصی اور اشداء مشرکین کے حق مین بد دعا مانگتے تھے اور بعد آنحضرت صلعم
کے شیعہ فقط ادعیہ ماثورہ ہے قنوت مین پڑھتے ہین مثل اللھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات
واللھم اغفرلنا وارحمنا وعافنا وعفوعنا الخ واللھم صل علی محمد و اٰل محمد اب جو ہم کتب
معتبرہ حدیث اہلسنت والجماعت کیطرف متوجہ ہوتے ہین تو پایا جاتا ہے کہ صحیحین مین اس
قنوت نماز فریضہ کا باب ہی جدا ہے جسکو باب قنوت وتر سے کچھ بھی تعلق نہین قنوت وتر کا
باب جدا ہے اور دیگر نماز ہاے وقتیہ کے قنوت کا باب جدا ہے چنانچہ صحیح بخاری مین قنوت
وتر سے علیحدہ دیگر نماز فریضہ کے قنوت کا باب ہے اور اوسمین روایت ہے حدثنا معاذ بن
فضالہ قال حدثنا ھشام عن یحیی بن ابی کثیر عن ابی سلمہ بن عبد الرحمن عن ابی
ھریرۃ قال لاقربن صلوۃ النبی صلعم فکان ابوھریرۃ یقنت فی الرکعۃ الاخرۃ من صلوۃ
الظھر والعشاء وصلوۃ الصبح بعد ما یقول سمع اللہ لمن حمدہ فیدعو للمؤمنین ویلعن
الکفار یعنی کہا ابوہریرہ نے کہ قریب تر کرون مین تم سے یعنی دکھلاؤن مین تمکو نماز رسول اللہ
صلعم کی پہر تفسیر کرتا ہے اسکی راوی کہ ابوہریرہ قنوت پڑھا کرتے تھے رکعت آخر نماز ظہر اور

نماز عشا اور نماز صبح مین بعد کہنے سمع اللہ لمن حمدہ کے پس وہ اوس قنوت مین دعا کیا کرتے تھے
واسطے مومنین کے اور لعنت کیا کرتے تھے کفار پر۔ اگرچہ اس روایت مین بالتخصیص نماز عصر اور مغرب کا
ذکر نہین لیکن قرینہ دلالت اسی امر پر کرتا ہے کہ اون نمازون مین بھی قنوت پڑھا جاتا تھا۔ اور بالتخصیص
اونکا نام بیان نکرنیکی یہ وجہ ہے کہ عصر اور ظہر ملا کر پڑھی ہون اور مغرب کو عشا سے ملا کر پڑھا ہوگا اور
راوی نے بالتفصیل ذکر نکیا یا یہ کہ راوی کے سامنے یہ تین نمازین ہی ابوہریرہ نے پڑھی ہون کیونکہ
عصر و مغرب مین نہ پڑھنا قنوت کا بیان نہین کیا گیا ہے۔ دوسری یہ کہ بعض لوگونکو یہ گمان
ہوا ہے کہ آنحضرت صلعم نے کسی ضرورت سے چند روز نماز مین قنوت پڑھا تھا پھر ترک کر دیا۔
جسکا ذکر اکثر کتب سیر و تواریخ مین مندرج ہے لیکن اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب سرور کائنات
ہمیشہ مستقل طور سے نماز مین قنوت پڑھا کرتے تھے اور جن لوگون کو ترک کر دینے کا گمان ہوا ہے
وہ غلط ہے قنوت ترک نہین ہوا بلکہ جن قبائل پر مخصوصاً بددعا کرنیکا ذکر کتب سیر مین مندرج ہے
بعد رفع ضرورت اون قبائل پر قنوت مین بددعا کیا جانا متروک ہوا تھا۔ اگر قنوت ہی نماز مین برائے
چند روز ہوتا تو ابوہریرہ جیسے مشہور صحابی بعد رسول خدا صلعم ہرگز نماز فریضہ مین قنوت نہ پڑھا
کرتے۔ علاوہ اثبات قنوت کے یہ امر بھی ثابت ہوا کہ کفار پر لعنت کرنا واجب ہے اور نماز فریضہ کا
ایک جزو ہے مگر وائے بر حال اونکے جو یہ سمجھتے ہین کہ کفار اور مستحقین لعن پر بھی لعنت کرنا [illegible]
ایضاً صحیح بخاری بطریق ابوالیمان۔ ابوبکر و ابوسلمہ ابنا عبد الرحمن سے روایت
نماز رسول خدا صلعم کے لکھے ہے کہ ابوہریرہ نے بتلایا کہ رسول خدا صلعم کس طرح نماز پڑھا کرتے
تھے [illegible] لکھتے ہین کہ [illegible] بیان کر [illegible] طریقہ نماز کا ابوہریرہ نے بیان کیا کہ رسول خدا

ایدھر حنفیون کیجانب سے چارون مذہب کے برحق ہونیکا اعلان کیاگیا جب مخالفون نے اپنے نفع کی یہ چاپلوسی دیکھی وہ بھی مطاعن سے باز رہے اور ایدھر ابو یوسف وغیرہ اصحاب امام ابوحنیفہ سلطنت بنی عباس کے قاضی القضات مقرر ہوے اور یہ طریقہ عام جاری ہوگیا کہ کسی ملک اور شہر اور قصبہ مین قاضی اور مفتی اور امام اور موذن اور معلم سوائے حنفی مذہب کے دوسرا مقرر نہو۔ اسوجہ سے مذہب حنفی تمام ممالک اسلام مین پھیل گیا۔ کافی نظیر اس امر کی ملک مصر کی تبدیلی مذہب ہے کہ بزمانہ سلاطین فاطمیہ تقریباً تمام ملک مصر کا مذہب شیعہ تھا اور جب اہلسنت کی عملداری ہوئی اور قاضی مفتی جس مذہب کے مقرر ہوے وہی مذہب ملک مین رائج ہوا یعنی کبھی سارا ملک حنفی ہوگیا اور کبھی شافعی ہوگیا۔ ابتدائے زمانہ مین جو مذہب شیعہ کم شایع ہوا اور دیگر مذاہب جو برخلاف اسکے تھے روز افزون ترقی پاتے رہے اسکی یہ بھی وجہ تو ہے کہ قریب ایکسو سال تک ممالک اسلام مین بنی امیہ کا دخل رہا اور وہ دشمن خاندان رسول اللہ کے تھے۔ جسکا مذہب شیعہ ثابت ہوا اوسپر طرح طرح کی سختیان پڑین حضرت قنبر اور حضرت کمیل وغیرہ ایک جماعت کثیر زمانہ معاویہ سے لیکر آخری خلیفہ اموی تک اسی مذہب تشیع کی بدولت شہید ہوے طبقہ اول مین حضرت ابوذر غفاری اور عمار بن یاسر پر تشدد ہوے اور بعد خلافت بنی امیہ کے بنی عباس نے پانسو برس تک کوئی دقیقہ ظلم وستم کا شیعیان اہلبیت سے اوٹھا نہین رکھا انکے بعد ترکون کی سلطنت مین بھی یہی حال رہا شیعونکی جان کے دشمن رہے اور واسطہ شایع کرنے مذہب اہلسنت وجماعت کے قاضی ومفتی واصب مین سے چھانٹ کر مقرر ہوتے رہے سادات کو باشتباہ اس امر کے کہ

مذہب شیعہ کو عہدہ قضا نہین ملتا تھا۔ اکثر سادات نے بطمع عہدہ قضا اپنے آپ کو شیخ ظاہر کیا اور اس حیلہ سے عہدہ قضا حاصل کیا۔ اب اونکو پھر سیّد ہونا دشوار ہوگیا جیسے قصبہ منگلور کے حضرات کا اب غل مچا مچا کر کہہ رہے ہین کہ ہم سید ہین اور ہمارے بزرگون نے بطمع عہدہ قضا شیخ ہونا قبول کرلیا تھا اور سیادت کو چھپایا تھا اب ہمکو پھر سید کہو جبکہ شیعون سے زمانہ ایسا ناسازگار رہا ہو پھر شیوع اور ترقی کی امید کسطرح ہوسکتی تھی ہان اس مذہب کا قائم رہنا باوجود اس کثرت حوادث کے بیشک معجزہ اور خرق عادت ہے اور اس مذہب کے برحق ہونیکی بہت بڑی دلیل ہے اگر کسی دوسرے مذہب پر باوصف اوسکے عروج ہوجانیکے بھی ایسے حوادث پڑتے جیسے کہ مذہب شیعہ پر اسکے عین ایام صداثت سے پڑے ہین تو مین سچ کہتا ہون کہ وہ مذہب بیخ و بنیاد سے اوکھڑ جاتا اور دنیا مین کوئی اوسکے نام سے بھی آگاہ نہوتا

رکن ششم قنوت نماز فریضہ کے بیان مین قنوت کے معنی دعا مانگنے کے ہین اور اصطلاح فقہ مین قنوت سے وہ دعا مراد ہے کہ جو نماز کی دوسری رکعت مین بعد ختم قرات قرآن و قبل از رکوع پڑھی جاتی ہے۔ اہلسنت و الجماعت نے مثل رفع یدین وغیرہ اسکو بھی ترک کردیا ہے۔ اور شیعہ اوسکو فرض سمجھکر ادا کرتے ہین اور کوئی نماز ایسی نہین ہے کہ جسمین قنوت نہ پڑھتے ہون۔ علاوہ اسکے کہ قرآن پاک مین قنوت پڑھنے کا صاف یہ حکم کہ قوموا للہ قانتین موجود ہے صحاح اہلسنت و الجماعت سے یہ بھی ثابت ہے کہ ہمیشہ جناب سرور کائنات نے نماز مین قنوت پڑھا ہے اور آپکے بعد صحابہ نے بھی ترک نہین کیا ہے لیکن حضرات اہلسنت و الجماعت باوصف حکم خدا و رسول کے اسکو ترک کرتے ہین اور شیعون پر ناحق معترض ہوتے

ساتھ شامل نہ کیا جاوے تو فرض ترک ہوتا ہے اور جو کوئی اسکے ترک پر اصرار کرے وہ قطعی
کافر ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی طلب مغفرت بھی ان تسبیحون مین شامل کرنا فرض ہے۔ اور تارک اسکا
مثل تارک تسبیح کے ہے۔ اب حضرات حنفیہ کا محض سبحان ربی العظیم و اعلی پڑھنا اور تحمید
اور تسبیح جدا کرنا ضرور ترک فرض ہے اور جب ترک فرض ہے تو نماز کا ادا ہونا معلوم۔ اور پھر
سخن پروری سے اپنے قول پر مصر ہونا ظاہر ہے کہ ترک فریضہ پر اصرار کرنیوالا شرعاً کیسا گنہگار
شمار کیا جاتا ہے یہان خطاے اجتہادی کا حیلہ بھی کارگر نہین ہے فاعتبروا یا اولی الابصار

رکن ہشتم مکث مابین السجدتین کے بیان مین مذہب اہلسنت و الجماعت

مین خصوصاً حضرات حنفیہ مین مکث بین السجدتین یعنی دونو سجدون کے درمیان مین
توقف کرنا ضرور نہین ہے وہ کوئی دعا اس موقع پر پڑھتے ہین بلکہ ایک سجدہ کے بعد فوراً
بلا توقف دوسرا سجدہ ایسی طرح کرتے ہین کہ سجدہ اول کے بعد پورا سر بھی زمین سے اونچا
نہین کرتے جلسہ کرنا اور پڑھنا تو درکنار رہا۔ اور مذہب شیعہ امامیہ مین سجدہ اول کے
بعد جلسہ کرنا اور استغفار پڑھنا لازمی امر ہے اور شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری کے باب
المکث بین السجدتین مین لکھا ہے (و مستحب است نزد امام احمد بن حنبل کہ بگوید میان
دو سجدہ رب اغفر لی و تکرار کند آنرا چند بار) اور مذہب شیعہ مین مابین السجدتین پڑھتے ہین
استغفر اللہ ربی من کل ذنب جو ہم معنی دعاے مجوزہ امام احمد بن حنبل کے ہے غرضکہ
جہانتک تحقیق کی نظر سے دیکھا جاتا ہے تو منجملہ ائمہ اربعہ اہل سنت کے فقط ایک امام
ابو حنیفہ مخالف مذہب اہلبیت رسول صلعم مین منفرد ہین دیگر ائمہ کسی نہ کسی مسئلہ مین

اہل بیت نبوی کے موافق ہوے ہین مگر امام ابو حنیفہ صاحب ہر مسئلہ مین مخالف ہین اور معلوم ہوتا ہے کہ دیدہ و دانستہ اختلاف کیا ہے اور زیادہ حیرت یہ ہے کہ اس بات کو عام و خاص سب جانتے ہین کہ مذہب امامیہ کی تدوین جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے مین ہوے اور امام ابو حنیفہ کو حضرت صادق علیہ السلام کی شاگردی کا بھی دعوے ہے تو ظاہر ہے کہ دیگر ائمہ اہلسنت و جماعت نادانستگی کیحالت مین بعض مسائل مین مذہب امامیہ سے متفق الرای ہو گئے ہین اور امام ابو حنیفہ بوجہ شاگردی اکثر مسائل مذہب امامیہ سے واقف تھے اسلیئے انھون نے قصداً اون مسائل سے اختلاف کیا ہے چنانچہ مذہب حنفیہ کا ایک اصولی قاعدہ اسوقت تک یہ مروج ہے کہ اگر کسی روایت مین باہم اہلسنت اختلاف ہو اور ایک صورت اختلافی موافق قول اہل تشیع کے واقع ہوئی ہو اور دوسرے مخالف اوسکے اور اسناد دونو کے برابر ہون صحت اور اعتبار مین تو حنفیون کو لازم ہے کہ اوس روایت کو قبول کرین جو مخالف ہو مذہب شیعہ کے اور اوسکو ترک کردین جو مذہب شیعہ کے موافق ہو۔ اور طرفہ یہ ہے کہ یہ مخالفت اہل سنت نے جدید پیدا نہین کی ہے بلکہ دوازدہ امام علیہم السلام کے زمانہ مین بھی بعینہ یہی مخالفت تھی۔ شواہد النبوۃ جامی مین لکھا ہے کہ حضرت قنبر اور حضرت کمیل کو زمانہ معویہ مین اس جرم پر حجاج نے شہید کیا کہ انھون نے اوسکے کہنے سے مذہب علی ابن ابی طالب ترک نہ کیا۔ مامون رشید عباسی نے جس سال حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تو عید کی نماز پڑھانے کو عیدگاہ مین آپکو بھیجا اور جسوقت آپ عیدگاہ مین پونہچے تو ہر ایک قصاب و نداف بھی باکراہ تمام آپکے پیچھے

نماز پڑھنے سے انکاری ہوگیا کہ یہ تو اپنے طریق کی نماز پڑھاوینگے ہم انکے پیچھے نماز نہین
پڑھنے حنفی یا شافعی مذہب کا ایک جاہل ور ملحد اور فاسق وفاجر رذیل قوم کا آدمی بھی اگر
نماز پڑھانے کو کھڑا ہوجاتا تو عوام الناس بہت خوشی سے اوسکے پیچھے نماز پڑھتے اور کوئی انکاری
نہوتا لیکن امام رضا علیہ السلام چونکہ جگر گوشۂ رسول مختار اور غایت درجہ کے عالم اور فاضل
اور زاہد اور عابد تھے جنکی بزرگی مین اہل خلاف کو بھی کلام نہین اونکے پیچھے نماز پڑھنے سے شہر
کے عوام اور خواص انکاری ہوگئے اور کیون انکار نکرتے اسلئے کہ رسول خداؐ نے فرمایا ہے
انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی پس جبکہ
مدار ہدایت اونکے تمسک پر اور مدار ضلالت اونکے ترک تمسک پر قرار پاچکا ہے تو ظاہر ہے
کہ فضل ایزدی جسکے شامل حال ہے اور ہدایت پانا اوسکے مقدر مین ہے وہ ضرور قرآن پاک
اور عترت صاحب لولاک کی پیروی کریگا اور گم گشتگان بادیہ ضلالت کی خود بخود ایسی
عقل ماری جاویگی کہ امام رضا علیہ السلام جیسے پیش نماز کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکاری
ہون سبحان اللہ اوس روح پاک جناب سرور کائنات اپنی امت کے افعال سے کیا راضی
ہوئی ہوگی کہ جب اونکے جگر گوشہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکاری ہوگئے اور ہر قسم کے فساق
وفجار کے پیچھے نمازین پڑھی ہونگی۔ کیا خوب تعمیل وصیت رسول خداؐ کی کیجاتی ہے وسیعلموا
الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون وایضاً صحیح بخاری کے اسی باب یعنی مکث
بین السجدتین مین مروی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم جسقدر توقف رکوع اور سجود مین کرتے تھے
اوسیقدر دونو سجدون کے درمیان مین وقفہ کرتے تھے وھو ہذا حدثنا محمد بن عبد الرحیم

قال حدثنا ابو احمد محمد بن عبد اللہ الزبیری قال حدثنا مسعر عن الحکم عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء قال کان سجود النبی صلعم و رکوعہ و قعودہ بین السجدتین قریبا من السواء یعنی براء بن عازب نے کہا ہے کہ آنحضرت صلعم کے سجدات اور رکوع اور قعود بین السجدتین مین عرصہ قریب قریب برابر کے ہوتا تھا یعنی جسقدر عرصہ مین آپ ایک سجدہ اور رکوع کو بجا لاتے اوسیقدر عرصہ تک آپ مابین دو سجدون کے قعود فرماتے وایضا صحیح بخاری کے اسی باب مین دوسری حدیث بطریق سلیمان بن حرب عن ثابت مروی ہے کہ ثابت نے کہا کہ انس بن مالک نے ہمسے طریقہ نماز رسول خدا صلعم کا بیان کیا کہ جسطرح وہ پڑھا کرتے تھے اور انس بن مالک بعد رکوع اسقدر عرصہ تک کھڑے ہوتے اور درمیان دو سجدون کے اتنی دیر تک قعود فرماتے کہ لوگون کو گمان ہو جاتا کہ یہ ارکان نماز مین سے کوئی رکن بھول گئے ہین کہ جسکو یاد کر رہے ہین۔ مگر وای بر حال اون لوگون کے کہ ایک قعدہ مین دو سجدے کرتے ہین اور پھر دعوی اتباع سنت رسول اللہ صلعم کا کرتے ہین صحیح بخاری کی نسبت عوام اہلسنت والجماعت کا اجماع واتفاق ہے کہ وہ بعد قرآن اصح الکتب ہے اور روایات اوسکی سب صحیح ہین مگر امام ابو حنیفہ کا اجتہاد بالکل مخالف احادیث صحیحہ کے ہے اور اونکے مقلد دیدہ و دانستہ حکم خدا و رسول کی مخالفت اونکے مقابلہ مین جائز اور درست جانتے ہین

رکن نہم جلسہ یعنی قعدہ بعد سجدتین کے بیان مین واضح ہو کہ اہلسنت و جماعت سجدتین رکعت اول و ثالث کے بعد جلسہ و قعدہ نہین کرتے رکعت

ثانی و رابع مین تو بضرورت تشہد قعدہ کرتے ہین اور باقی دو رکعت وتریہ مین سجدہ سے ہے
اوٹھکر بغیر جلسہ کئے کھڑے ہو جاتے ہین اور حضرات حنفیہ اس امر مین زیادہ تر مخصوص
ہین - اور شیعہ امامیہ ان رکعات وتریہ مین بعد سجدتین جلسہ کرتے ہین اور بعد جلسہ زمین پر
ہاتھ ٹیاک کر کھڑے ہو جاتے ہین - امام شافعی کے نزدیک سے یہی طریقہ درست ہے جو شیعہ
کرتے ہین مگر حضرات حنفیہ یہانتک مخالفت کرتے ہین سجدون کے بعد زمین پر ہاتھ بھی نہ ٹیکے
اب ہم تحقیق کر نا چاہتے ہین کہ بروی احادیث صحیحہ مرویہ اہلسنت حضرات حنفیہ کا طریقہ موافق
طریقہ رسول خدا صلعم ثابت ہوتا ہے یا حضرت کے طریقہ سے انکا طریقہ مخالف پایا جاتا ہے
اور شیعہ متبع سنت نبوی ثابت ہوتے ہین - چنانچہ صحاح اہلسنت والجماعت سے یہ امر ثابت
ہوا کہ رسول خدا صلعم بھی ان رکعات وتریہ یعنی اول و سوم مین بعد سجدون کے جلسہ کرتے
تھے اور بعد جلسہ زمین پر ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہوا کرتے تھے - چنانچہ صحیح بخاری مین مروی
ہے حدثنا محمد بن الصباح قال حدثنا ھشیم قال اخبرنا خالد الحذاء
عن ابی قلابۃ قال اخبرنا مالک بن الحویرث اللیثی انہ رای النبی صلعم یصلی
فاذا کان فی وتر من صلوتہ لم ینھض حتی یستوی قاعدا یعنی ابی قلابہ نے کہا
کہ مجھے مالک بن حویرث لیثی سے خبر پہونچی ہے کہ اوسنے آنحضرت صلعم کو نماز پڑھتے ہوے
دیکھا پس جسوقت کہ آپ پہلی اور تیسری رکعت تمام کرتے تو نہ کھڑے ہوتے تھے جبتک برابر
بیٹھ جاتے تھے - دوسری ایک اور روایت اسی ابی قلابہ کی بحوالہ مالک بن الحویرث بطریق
ایوب اسی باب صحیح بخاری مین مروی ہے کہ ایوب سے ابو قلابہ نے روایت کی کہ ہماری مسجد

ہین مالک بن حویرث آئے اور ہمکو علاوہ نماز وقتیہ کے نماز رسول خداؐ کی طریق پر پڑھ کر بتلائی
ایوب کہتے ہین کہ مین نے ابو قلابہ سے سوال کیا کہ رسول خدا صلعم کی نماز کیونکر تھی تو کہا کہ ہمارے
اس شیخ یعنی عمر بن سلمہ کی نماز کی مانند تھی۔ ایوب کہتے ہین کہ یہ شیخ عمر بن سلمہ ہر انتقال پر
تکبیر کہتا تھا اور جسوقت سر اوٹھاتا تھا سجدہ ثانی سے جلسہ کرتا تھا اور اعتماد کرتا تھا زمین پر
پھر کھڑا ہوتا تھا۔ حدثنا معلی بن اسد قال حدثنا وھیب عن ایوب عن ابی قلابۃ
قال جاءنا مالک بن الحویرث فصلی بنا فی مسجدنا ھذا فقال انی لاصلی بکم
وما ارید الصلوۃ لکنی ارید ان اریکم کیف رایت النبی صلعم یصلی قال ایوب
فقلت لابی قلابۃ فکیف کانت صلوتہ قال مثل صلوۃ شیخنا ھذا یعنی عمر
بن سلمۃ قال ایوب وکان ذلک الشیخ یتم التکبیر واذا رفع راسہ عن السجدۃ
الثانیۃ جلس واعتمد علی الارض ثم قام حاصل مطلب اس حدیث کا اوپر مرقوم
ہوچکا۔ اور نیز ایک اور حدیث رکن چہارم مین بطریق محمد بشار عن ابی ہریرہ لکھی گئی ہے جسمین
رسول خدا صلعم نے یہ حکم دیا ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن
جالسا الخ یعنی بعد سجدون کے اطمینان کے ساتھ جلسہ کرنا چاہیئے۔ پس یہ امر بخوبی
منکشف ہوگیا کہ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ اس فعل مین بھی متبع سنت رسول اللہ صلعم کے
ہین اور اہلسنت و جماعت خصوصًا مقلدان حضرت ابو حنیفہ صریحی مخالفت کرتے ہین
وھذا الفعل ع برعکس نہند نام زنگی کافور۔

رکن ہستم درباب قرأت رکعات اخرئین واضح ہو کہ مذہب امامیہ مین

مختار ہے کہ رکعات اخرئین مین صرف سورۂ فاتحہ پڑھے یا بجاے فاتحہ کے تسبیح
پڑھے لیکن تسابیح کا پڑھنا مستحب سمجھا گیا ہے۔ اور اہلسنت مین سواے سورہ فاتحہ کے
تسابیح وغیرہ پڑھنا ناجائز سمجھتے ہین حالانکہ شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری مین بروایت
علی و ابن مسعود و عائشہ لکھا ہے و بروایت علی و ابن مسعود و عائشہ کہ قرات میکردند
در اولین و نمی خواندند در آخرئین و درروایتے تسبیح میکردند در آخرئین و ہم چنین ابراہیم
نخعی و ابن مسعود و سفیان ثوری مروی است اور اسی شرح کے باب یقرا فی الآخرئین
بفاتحہ الکتاب مین مرقوم ہے۔ و ازینجا وجوب فاتحہ در اخرئین لازم نیاید بدلیل روایت
ابن منذر از امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کہ گفت قرارت کن دراولیین و تسبیح کن در اخرئین
مین سچ کہتا ہون کہ اگر یہ روایت حضرت علی سے نہوتی تو اہلسنت والجماعت ضرور الحمد کے
جگہ تسبیح پڑھا کرتے لیکن چونکہ درمیان حضرت علی علیہ السلام کا آگیا اور اہلسنت کو
بمخالفت حدیث ثقلین انکی تقلید و تمسک سے بچنا لازم آیا اسلیئے اہلسنت تسابیح پڑھنا ناجائز قرار دیتے ہین

رکن یازدہم تشہد کے بیان مین باہم علمائے اہلسنت والجماعت تشہد اول مین

اختلاف ہے بعض واجب جانتے ہین مثل امام ابوحنیفہ و احمد بن حنبل کے اور جمہور واجب
نہین جانتے جنمین امام مالک و شافعی وغیرہ ہین مگر تشہد ثانی کے واجب ہونے کی اکثر
قایل ہین جلسہ اولی مین فقط تشہد ہے اور جلسہ ثانی مین تشہد اور سلام دونو واجب ہین
اور بغیر تشہد اور سلام نماز نہین ہوتی اور علاوہ تشہد اور سلام کے یہ بھی اختیار ہے کہ ادعیہ
ماثورہ مین سے جو دعا چاہے پڑھے بعد تشہد اور قبل سلام۔ اور امام شافعی اور مالک کے

نزدیک کچھ ادعیہ ماثورہ پر انحصار نہین ہر قسم کی دعا دینی یا دنیوی پڑھ سکتا ہے کذا فی شرح الاسلام۔ واضح ہو کہ اہلسنت مین جسقدر روایات کا اختلاف تشہد کی بابت ہوا ہے اوتنا اختلاف کسی امر مین نہین ہے چوبیس ۲۴ صحابیون سے چوبیس تشہد مروی ہین اور سب مختلف الالفاظ او مختلف المعنی ہین۔ ازانجملہ تین تشہد زیادہ تر مشہور ہین ایک تشہد عبداللہ ابن مسعود کا جو مسمی بہ التحیات للہ والصلوٰۃ ہے اسکو امام ابوحنیفہ نے پسند کیا۔ اس اعتبار پر کہ صحاح ستہ مین بلا اختلاف الفاظ مروی ہو اودوسرا تشہد حضرت عبداللہ ابن عباس کا ہے جسکو امام شافعی نے اسلیئے منظور کیا کہ اوسکے اکثر کلمات مطابق آیات قرآنی ہین۔ اور تیسرا تشہد حضرت عمر ابن الخطاب کا ہے اوسکو امام مالک نے اسوجہ سے اختیار کیا کہ راوی اوسکا کہتا ہے کہ حضرت عمر نے برسر منبر تشہد بیان کیا اور اوسپر کوئی معترض نہوا باقی اکیس تشہد جو دیگر صحابہ سے مروی ہین کتب احادیث مین مندرج ہین۔ اب جاننا چاہیئے کہ تشہد کے معنی گواہی دینے کے ہین اور اصطلاح فقہ اسلام مین مراد ہے اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد الرسول اللہ سے شرع اہلسنت مین کوئی پتہ التحیات کا نہین لگتا کہ اسکا پڑھنا نماز مین واجب ہو بلکہ صرف تشہد او سلام واجب ہین۔ اور تشہد کی جگہ جسطرح التحیات مروج ہوئی وہ ایک عجیب لطیفہ ہے جو صحیح بخاری مین درج ہے یعنی ابن مسعود روایت کرتے ہین کہ جب ہم رسول خدا کے پیچھے نماز پڑھتے تو وقت دعا کے کہتے السلام علی اللہ والسلام علی جبرئیل و میکائیل والسلام علی فلان و فلان جب رسول خدا صلعم نے یہ ہماری

دعا سنی تو فرمایا کہ خداوند تعالی محتاج سلام نہین ہے وہ خود سلام ہے اوسپر سلام کیون بھیجتے ہو
خدا ے تعالی کیواسطے تحیات ہے جبسے یہ التحیات نکلی مگر تعجب یہ ہے کہ یہ التحیات بضمن دعا مقرر
ہوئی اور دعا کا موقع بعد تشہد اور قبل از سلام ہے نہ کہ تشہد پر مقدم کر دیجاوے جیسا کہ حضرات
حنفیہ تشہد اور سلام دونون سے مقدم التحیات پڑھتے ہین حالانکہ مروی احادیث صحیح تشہد کا
دعا پر مقدم ہونا ثابت ہے ۔چنانچہ صحیح بخاری کے باب ما یتخیر من الدعاء بعد التشہد
ولیس بواجب سے ہی ظاہر ہے کہ تشہد کے بعد دعا کا پڑھنا اختیاری امر ہے واجب نہین ہے
اور جبکہ التحیات داخل دعا ہے تو عدم وجوب اسکا بھی ثابت ہوگیا - اور نیز اس باب مین ابن
مسعود سے روایت کی گئی ہے کہ یہ دعا مخصوصہ نہ تھی ہم باختیار خود جو دعا چاہتے وہ پڑھتے
چنانچہ ایکروز ہم اوسی اختیار کے بموجب پڑھنے لگے کہ السّلام علی اللہ من عبادہ تو حضرت نے فرمایا
کہ خدا پر سلام نہ بھیجو وہ خود سلام ہے خدا ے تعالی کے لئے تحیت اور صلوۃ کہنی چاہئے ۔علاوہ
ازین رسول خدا صلعم کی نسبت دعا بعد تشہد مین کبھی التحیات پڑھنا ثابت نہین ہوا حالانکہ
اور بہت سی مختلف دعائین انکی نسبت پڑھنا ثابت ہوئی ہین اور جن لوگون کو آپنے اس موقع پر
پڑھنے کی دعائین تعلیم کی ہین اونمین سے بھی کوئی التحیات نہین چنانچہ صحیح بخاری کے باب
الدعاء قبل السلام مین آنحضرت کی نسبت چند مختلف دعائین پڑھنا مروی ہین اور جو دعا
آپنے حضرت ابوبکر کو تعلیم فرمائی وہ بھی اسی باب مین اسطرح مروی ہے قتیبہ بن سعید سے
عن عبداللہ بن عمرو عاص عن ابوبکر الصدیق انہ قال لرسول اللہ صلعم علمنی دعاءً
ادعوا بہ فی صلوتی قال قل اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب

الا انت فاغفرلی مغفرۃ من عندک انک انت الغفور الرحیم ثبوت اس امر کا انہ سنت مین مشروعیت نفقط تشہد کے ہی یہ ہے کہ تمام ابواب فقہ اور حدیث مین کسی جگہ التحیات کا باب نہین فقط داخل دعاے اختیاری ہے اور جہان کہین بحث وجوب و عدم وجوب کے ہے وہان صرف تشہد کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسلیئے بمقابلہ تشہد کے التحیات کو مقدم رکھنا بلا شبہ بدعت اور خلاف سنت ہے۔ اور الحمد للہ کہ شیعہ اس بدعت سے بری ہین اور متبع سنت نبوی ہین سلام اللہ وصلوتہ علیہ

رکن دوازدہم سلام اور تکبیر آخری کے بیان مین اس رکن مین اس امر کی

تحقیقات کیجاتی ہے کہ بعد تشہد اور سلام معمولی نماز کے جو اہلسنت چپ و راست ہر دو جانب سلام کہتے ہین درست ہے یا فقط ایک ہی سلام جائز ہے اور یہ کہ یہ آخری سلام کیا چیز ہے اور نماز کا اتمام اسی پر ہوجاتا ہے یا افتتاح کیطرح اختتام بھی تکبیر سے ہوگا۔ واضح ہو کہ امام ابو حنیفہ منفرد ہین اس امر مین کہ دو سلام دونو جانب کئے جاوین خواہ امام ہو یا مقتدی اور اونکے نزدیک یہ سلام داخل نماز نہین ہے بلکہ یہ سلام حضار جماعت نماز پر کیا جاتا ہے کہ وہ آدمی ہون یا ملائکہ ہون یا جن۔ اور امام بھی جو دونو جانب سلام کرتا ہے وہ اپنے مقتدیون کو کرتا ہے اور اونہین ہی شامل سمجھتا ہے ملائکہ اور جنات موجودہ وقت کو۔ اور مقتدی پر لازم ہے کہ اگر امام پیش رو اوسکے ہو تو دونو جانب سلام کرتے ہین امام پر سلام کرنے کی نیت کرے۔ امام مالک کے نزدیک نماز مین فقط ایک سلام واجب ہے۔ اور دوسرا سلام جو کیا جاتا ہے اوس سے مقصود یہ ہے کہ مقتدی امام کے سلام کو رد کرے اور پہلا سلام جو داخل نماز اور واجب ہے

وہ مقتدی کو بجہر کہنا چاہئے اور دوسرا سلام جو جواب سلام امام کا ہے بآہستگی اور خفی آواز سے
کہے چنانچہ شیخ الاسلام نے شرح صحیح بخاری میں قول امام مالک کا ترجمہ اس طرح کیا ہے
قول امام مالک کہ گفتہ سلام گوید مقتدی بعد از انکہ سلام گوید از نماز جانب راست و نزد وے
واجب در نماز ہمین یک سلام است کہ بجہر گوید آنرا و دیگر سلام جواب است مر سلام امام را کہ
آہستہ گوید۔ اور صحیح بخاری میں ایک بہت بڑی طویل حدیث باب من لم یرد السلام
علی الامام واکتفا بتسلیم الصلوٰۃ میں مروی ہے۔ مضمون اس باب کا یہ ہے (یہ باب
اوسکے بیان میں ہے جو نہ لوٹا دے سلام کو امام پر اور اکتفا کرے فقط نماز کے ایک سلام پر)
یہ امر تو فقط اس باب کے عنوان سے بھی ثابت ہو گیا کہ نماز میں ایک ہی سلام ہے جیسا کہ
شیعہ کرتے ہیں اور دوسرا سلام خارج از نماز جواب امام کے سلام کا ہے۔ مگر براہ ناواقفی اور
کم توجہی اہلسنت نے دونوں سلاموں کو ایسا خلط کر دیا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک تو دونو سلام
شامل نماز ہو گئے۔ اور جو حدیث اس باب میں بخاری نے لکھی ہے وہ دلالت صریحا اس بات پر
کرتی ہے کہ زمانہ رسول خدا صلعم میں فقط ایک سلام ختم نماز پر پڑھا جاتا تھا اور دوسرا سلام جو
برو سلام امام بعد میں لوگوں نے جدید نکالا ہے حضرت کے زمانہ میں مطلق نہ تھا بلکہ جسطرح
امام نماز میں ایک سلام کہتا ایسے ہی مقتدی بھی بتقلید امام ایک ہی سلام کہتا جیسا کہ مروی
ہے باب مذکورہ میں حدثنا عبدان قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا معمر عن الزھری
قال اخبرنی محمود بن الربیع وزعم انہ عقل رسول اللہ صلعم وعقل مجۃ مجہا من
دلو کانت فی دارھم۔ قال سمعت عتبان بن مالک الانصاری ثم احد بنی سالم

قال کنت اصلی بقومی بنی سالم فاتیت النبی صلعم فقلت انی انکرت بصری
وان السیول تحول بینی وبین مسجد قومی فلوددت انک جئت فصلیت فی
بیتی مکانا اتخذہ مسجدا فقال افعل انشاء اللہ تعالی - فغدا علی رسول اللہ صلعم
وابوبکر معہ بعد ما اشتد النہار فاستاذن النبی صلعم فاذنت لہ فلم
یجلس حتی قال این تحب ان اصلی من بیتک فاشار الیہ من المکان الذی
احب ان یصلی فیہ فقام وصففنا خلفہ ثم سلم وسلمنا حین سلم حاصل مطلب
اس حدیث کا یہ ہے کہ معمر نے زہری سے روایت کی ہے کہ کہا زہری نے کہ مجھے خبر دی محمود بن الربیع
نے اور زعم زہری ہے کہ محمود کو رسول خدا صلعم یاد ہین اور وجہ یادداشت یہ ہے کہ
رسول خدا صلعم نے تبرکًا تھوڑا پانی اوسکے موںہہ مین ڈالا تھا جو اوسکے گھر مین ڈول کے
اندر تھا محمود نے کہا کہ عتبان بن مالک انصاری کو جو بعد مین بنی سالم کا ایک شخص تھا
یہ کہتے ہوے سنا کہ مین قوم بنی سالم مین نماز پڑھایا کرتا تھا ایک روز مین رسول خدا صلعم
کے پاس گیا اور عرض کی کہ مین اپنی بصارت درست نہین پاتا ہون اور میرے مکان اور
مسجد قوم کے درمیان مین پانی کی سیل حائل ہین امیدوار ہون کہ آپ میرے گھر تشریف
لاکر اوسجگہ نماز پڑھین جسکو مین اپنی نمازگاہ مقرر کرون پس فرمایا حضرت صلعم نے کہ انشاء
اللہ تعالی مین ایسا کرونگا دوسرے دن جبکہ گرمی دن کی سخت ہوگئی تھی تو رسول خدا صلعم
میرے مکان پر تشریف لائے اور ابوبکر اونکے ساتھ تھے - تب حضرت نے گھر مین آنیکی
دستوری چاہی مین نے اجازت دی پس آپ بیٹھے بھی نہین اور فرمایا بتلاؤ کونسی جگہ

دوست رکھتا ہے کہ تیرے گھر مین اوسجگہ نماز پڑھون پس عتبان نے اشارہ سے نشان

اوسجگہ کا دیا جہان نماز پڑھوانا چاہتا تھا پھر حضرت نماز کو کھڑے ہوئے اور ... کہتا ہے کہ

ہمنے اونکے پیچھے نماز پڑھنے کو صف باندھی بعدہ حضرت نے سلام ... ہمنے بھی سلام

اوسیوقت جبکہ حضرت نے سلام کہا - امام بخاری نے اس حدیث کو اسی دلیل سے اس باب

مین درج کیا ہے کہ مقتدیون نے سوائے سلام معمولی کے دوسرا سلام واسطے رد سلام حضرت کے نہین کہا اور شارح

صحیح بخاری یعنی شیخ الاسلام نے بھی اس موقع پر لکھا ہے - ظاہر است در عدم رد سلام

از مقتدیان زیرا کہ سلام رد بعد سلام حاصل باشد نہ در وقت آن - اسلئے ثابت ہوا کہ در حقیقت

نماز مین ایک ہی سلام ہے خواہ امام ہو یا مقتدی ہو اور جانب راست و چپ سلام کرنا

فعل جدید اور بدعت ہے - اب باقی رہا یہ امر کہ آیا نماز کا اختتام اسی سلام پر ہو جاتا ہے

جیسا کہ اہلسنت والجماعت کرتے ہین یا بعد سلام کے تکبیر پر ختم نماز ہوتا ہے اور آنحضرت

صلعم تکبیر کہہ کر نماز ختم کرتے تھے یا نہین - اگر آنحضرت صلعم تکبیر پر نماز ختم کرتے تھے تو

متبع سنت شیعہ ہین جو تکبیر پر نماز ختم کرتے ہین یا اہلسنت جو طریقہ رسول خدا صلعم کو

ترک کرتے ہین - چنانچہ صحیح بخاری کے دیکھنے سے واضح ہے کہ آنحضرت صلعم نماز کو

تکبیر پر ختم کیا کرتے تھے چنانچہ مروی ہے حدثنا علی بن عبداللہ قال حدثنا

سفیان بن عیینہ قال حدثنا عمرو قال اخبرنا ابو معبد عن ابن عباس قال کنت

اعرف انقضاء صلوٰۃ النبی صلعم بالتکبیر وقال علی حدثنا سفیان عن عمرو

قال کان ابو معبد اصدق الموالی ابن عباس وقال علی اسمہ نافذ یعنی حدیث کی

علی بن عبد اللہ نے اور اوس نے سفیان بن عیینہ سے اور اوس نے عمرو بن دینار سے اور عمرو نے کہ
خبر دی ہمکو ابو معبد نے ابن عباس سے کہ ہم انقضائے نماز رسول خدا صلعم کو تکبیر سے پہچانا کرتے
تھے اور علی نے یہ بھی کہا کہ مجھسے سفیان نے بحوالہ عمرو بیان کیا کہ ابو معبد ابن عباس کے
موالیان میں بہت ہی صادق القول تھے اور علی نے اونکا نام نافذ بیان کیا ہے۔ اور نیز دیگر
روایات مندرجہ صحیح بخاری سے بھی پایا جاتا ہے کہ فقط سلام پر آنحضرتؐ کے نماز ختم نہوتی تھی جیسا
کہ روایت حضرت ام سلمہ سے ظاہر ہوا کہ عورات مقتدیات قبل ختم نماز فقط آنحضرت کے سلام
نماز کہنے پر اوٹھکر اپنے گھروں کو چلے جایا کرتی تھیں۔

الحمد للہ والمنۃ کہ تمامی مسائل نماز مروجہ شیعیان اہلبیت مطابق سنت رسول اللہ صلعم ثابت
ہوئی اور حضرات اہلسنت وجماعت کے تمام ارکان اور طریقے موضوعی اور جدید اور بدعت پائے
گئے اور طرہ یہ کہ اونھیں کی کتب صحیحہ احادیث سے اونکا طریق عمل خلاف طریقہ رسول خدا صلعم
ثابت ہوا اور شیعوں کا طریق عمل بموجب اونکی صحاح کے عین مطابق سنت پایا گیا۔ اب حضرات
اہلسنت جو شیعوں کے اعمال پر براہ تعصب طعن بیجا کرتے ہیں ذرا دل میں شرمائیں اور خدا سے
ڈریں وانہ شدید العقاب۔

تمت

بذہ الرسالہ فی التاریخ اربعہ وعشرین شہر ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۹ ہجری نبوی صلعم

قطعہ تاریخ من تصنیف شاعر ذی کمال صوفی منش نازک خیال جناب منشی سید باقر علیصاحب متخلص بہ ہنر لکھنوی نقل نویس عدالت ججی

نامی زمانہ میں فضیل و کلاء — آن مولوی شیخ احمد نیک اساس
تالیف نمود این دلیل الحسنات — با حسن فکر بہ زبیر و ان قیاس
ہاتف فرمود از ہنر تاریخش — تحصیل مآل موجب شکر و سپاس

قطعہ تاریخ من تصنیف شاعر باکمال تاریخگوی بے مثال جناب منشی سید صادق حسین صاحب

درحقیقت یہ رسالہ ہے صداقت بےمثل — منصفانہ ہیں رقم جسمیں کہ احوال صلوات
اونکی تصنیف سے ہی یہ بھی رسالہ نایاب — شیخ احمد ہیں جو عالم کہ پڑھے نیک صفات
جنکی تصنیف سے انوار ہدے ہیں مشہور — چھوڑکر مذہب سنی ہیں جو رہگیر نجات
دفعتاً پنجتن پاک کا دامن پکڑا — یکقلم چھٹگئے ہر سہ خلفائے اصحاب
مصرع طبع لا گر کے سہر اہل خلاف — شاہد و ہادی شیعہ ہے دلیل الحسنات
۱۳۰۹

قطعہ تاریخ من تصنیف سید سجاد علیصاحب متخلص بہ سجاد شاگرد جناب مستطاب یکتائے زمان شاعر بلند فکر شیرین بیان صاحب دیوان مشہور نزدیک و دور منشی سید باقر علیصاحب متخلص بہ ہنر لکھنوی مدظلہ العالی

طبع گردید دلیل الحسنات — مندرج گشت مضامین چیدہ
گفت ہاتف بنویس اے سجاد — سال تاریخ فروغ دیدہ
۱۳۰۹ھ

تقریظ

یہ رسالہ نافعہ و عجالہ رابعہ جسکو عالم جلیل محقق نبیل حبر علام بحر طمطام فرد فہام وحید الدہر فرید العصر ماہر خبیر متکلم بے نظیر متمسک باہل عصمت و تطہیر موفق مؤید من اللہ الصمد جناب مولوی شیخ **احمد** صاحب مدظلہ نے تحریر کیا حقیر کی نظر سے گذرا واقعی یہ رسالہ کمال و تبحر مصنف ممدوح پر دلالت کرتا ہے اور واسطے مخالفین کے سیف صارم و برہان قاطع ہے حق تعالی مصنف رسالہ اور ناظرین کو اجر جزیل و ثواب جمیل عنایت فرماوے واللہ الموفق والمعین و علیہ نتوکل و به نستعین.

وانا الاقل الاذل سبط حسین بن السید رمضان علی النقوی